سراب سے آگے

ہاشم علی خان ہمدم

بسم الله الرحمن الرحيم
MRTsoft

سراب سے آگے

دسواں مجموعۂ کلام

ہاشم علی خان ہمدمؔ

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام
https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com

تعارف

نام	:	ہاشم علی خان ہمدمؔ
تاریخ پیدائش	:	۷/جولائی ۱۹۷۳ء
تعلیم	:	ایم اے اردو، ایم اے انگریزی، بی ایڈ (پنجاب یونی ورسٹی لاہور)
جائے پیدائش	:	خودہ شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک
پیشہ	:	درس وتدریس
سرکاری ملازمت	:	اسسٹنٹ پروفیسر (اردو) ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ
ادبی خدمات	:	بانی و منتظم موج غزل ادبی فورم (فیس بک)
اصناف سخن	:	حمد، نعت، غزل، نظم، سلام، منقبت، طنز و مزاح
تصانیف	:	۱۔ موجِ کرم (حمد و نعت)
		۲۔ پانچواں موسم (غزلیات)
		۳۔ آئینہ سچ بولتا ہے (غزلیات)
		۴۔ موج غزل (طرحی غزلیات)
		۵۔ محبت کی زباں (طرحی غزلیات)
		۶۔ دھوپ کی دیوار (طرحی غزلیات)
		۷۔ چراغِ فکر (طرحی غزلیات)
		۸۔ جہانِ خواب (طرحی غزلیات)

۹۔چشم تماشا(طرحی غزلیات)

۱۰۔سراب سے آگے(طرحی غزلیات)

۱۱۔تیسرے کنارے پر(طرحی غزلیات)

۱۲۔نمودِ سحر(طرحی غزلیات)

۱۳۔آدھا سفر(طرحی غزلیات)

۱۴۔دم(منتخب دیوان)

۱۵۔آخری چراغ(غزلیات)

۱۶۔طرحی غزلیات(زیرِ طبع)

۱۷۔نظموں کا مجموعہ(زیرِ طبع)

۱۸۔نعتیہ نظموں کا مجموعہ(زیر طبع)

۱۹۔نعتیہ مجموعہ(زیر طبع)

۲۰۔مزاحیہ کلام(زیرِ طبع)

پتہ : خودہ شریف، تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک۔

فون نمبر : 0311-5509555

انتساب

سراب سے آگے

آگہی کے چراغ

عزیز از جان

والدین، اساتذہ

شریکِ حیات، بچوں

بہن بھائیوں، عزیزوں

شاگردوں

دوستوں

اور

چاہنے والوں کے نام

ابھی سراب سے آگے لکیر کھینچی ہے

جنون چشمِ تماشا سے ماورا ہو گا

فیس بک پر مختلف ادبی مجالس میں پیش کیا گیا کلام

* انحراف
* سخن ور
* بزم اشعار
* بزم ثاقب
* قوس قزح
* یاران ادب
* یاران سخن
* بحر سخن
* بزم ولی
* بزم سخن وراں
* دشتِ جنوں کے سودائی
* ادبی چوپال
* شعروادب
* بزمِ انوار
* شعروسخن
* چنگیر

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	سراب سے آگے۔
شاعر	ہاشم علی خان ہمدمؔ۔
وضاحت	یہ ہاشم علی خان ہمدمؔ کے کلام کا دسواں مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔
کاپی رائٹ	
اِجازت	
صفحات	۲۴۷
سالِ اشاعت	ستمبر ۲۰۲۳ء
ہدیہ	دعائیں۔
پبلشر	مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔ اسلام آباد، پاکستان۔
برقی ڈاک	itshamdam@gmail.com
ارکائیو ربط	archive.org/details/@nzkiani

فہرست

بزمِ ثاقب

قوسِ قزح

یارانِ ادب

یارانِ سخن

بحرِ سخن

بزمِ ولی

بزمِ سخن وراں

ادبی چوپال

دشتِ جنوں کے سودائی

شعروادب

بزمِ انوار

شعر و سخن

چنگیر

پیش رس

عظیم ترین ہے وہ ذات جو خالقِ کائنات اور مالکِ ارض وسما ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو داخلی اور خارجی جہانوں سے خوگر ہونے کی جستجو عطا کرتے ہوئے آگہی کے رستے کا مسافر کیا۔ آگہی کا رستہ جستجو کا رستہ ہے۔ تاحدِّ نظر اور تصور کی وسعت کے پھیلاؤ تک کائنات ایک بحرِ بے کراں ہے جس میں ہر قدم ایک سنگِ میل ہے جو نئی منزل کا پتہ دیتا ہے۔ دور سے ہر منزل ایک خوش نما منظر دکھائی دیتی ہے مگر پائے رسا کے نقش ہوتے ہی سراب لگتی ہے۔ اس حقیقت کا ادراک بھی آگہی کا اگلا درجہ ہے جو چشمِ بینا کو سراب سے آگے دیکھنے کی صلاحیت دان کرتا ہے۔ میں وجدان کی اسی کیفیت میں سرشاری کو نعمتِ خداوندی سمجھتا ہوں اور اللہ کے احسانِ عظیم پر سراپا شکر گزار ہوں۔ اللہ بصیرت کی روشنی سے فیض یاب رکھے۔ آمین

اُردو زبان و ادب کے فروغ میں سماجی ذرائع ابلاغ کا کردار بہت اہم ہے۔ خاص طور پر فیس بک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں دنیا بھر سے اہلِ ادب ایک دوسرے سے ہمہ وقت منسلک ہیں۔ ادبی انسلاک کی کئی صورتیں ہیں۔ فیس بک پہ موجود تمام شعرا اور ادیب اپنی تازہ ترین تخلیقی کاوش پیش کرنے کی شعوری کوشش کرتے ہیں۔ کسی شاعر سے جڑے اہلِ ادب نہ صرف مطالعہ کا موقع حاصل کرتے ہیں بلکہ داد و تحسین اور تنقیدی تبصروں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ روایتی طور پر یہ مواقع کم تھے اور اساتذہ سے رابطہ صرف مخصوص لوگوں اور خواص تک محدود تھا۔ اردو شاعری جو ابتدا میں صرف دربار اور خاص مجالس تک محدود تھی اب سیل فون پہ انگلی کی ایک کلک پہ میسر ہے۔ روایتی اور عوامی مشاعروں نے صرف بڑے ادبی مراکز میں مقبولیت حاصل کی۔ فیس بک پر ادبی سرگرمیوں کے آغاز سے پہلے رومن، پھر یونی کوڈ اور پھر اردو رسم الخط نے رواج پایا تو اردو لکھنے اور پڑھنے سے اردو زبان

کے فروغ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ڈیسک ٹاپ، لیپ ٹاپ، ٹیبلٹ اور موبائل فون پر مختلف ایپلیکیشنز کے ذریعے اردو خوب صورت رسم الخط میں لکھی جانے لگی جس سے زبان کا جمالیاتی پہلو سامنے آیا اور خوب صورت تزئین و آرائش سے دل کش انداز تحریر مقبول ہوا۔انفرادی پروفائل اور پیجز کے ساتھ ساتھ گروپس کے قیام نے ایک اور انقلاب برپا کیا۔گروپس میں دنیا بھر کے لوگ اپنے مزاج کے مطابق اپنا حلقۂ ادب تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے۔ادبی گروپس کی درج ذیل گروہ بندی کی جاسکتی ہے۔

۱۔معلوماتی

۲۔تنقیدی

۳۔تحقیقی

۴۔تدریسی

۵۔کاروباری

۶۔ترویجی

۷۔نشریاتی

۸۔تخلیقی

اردو ادب کے فروغ میں پہلے سے موجود ادب اور تازہ تخلیقات کی ترویج اور نشر و اشاعت سے مطالعے کا رجحان بڑھا اور براہ راست یا بالواسطہ سیکھنے کے مواقع پیدا ہوئے۔تنقیدی و تحقیقی گروپس میں علمی و ادبی مباحث نے بہت سی ادبی جہتوں کے نادر پہلو نمایاں کیے۔سوال اور مکالمے کی فضا میں اردو تحقیق و تنقید کا میدان وسیع ہوا۔تخلیقات پر تنقید اور ادبی مقابلے کی فضا نے اردو زبان و ادب کو فروغ دیا۔

کچھ تدریسی ادبی گروپس اردو شاعری کے رموز اور عروض سکھانے میں سرگرم عمل ہیں جہاں مفت اور مناسب فیس کے عوض اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

تخلیقی ادبی گروپس نے اردو ادب کے فروغ میں سنگ میل عبور کیا۔ابتدا میں یہ گروپس صرف انفرادی تخلیقات کی نشر و اشاعت اور تزئین شدہ کلام کی اشاعت کی آماج گاہ بنے مگر جلد ہی ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہانہ طرحی مشاعروں کی بنیاد پڑنے سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔کسی مستند شاعر کے مصرع پہ مشق سخن سے پختہ شعرا اور اساتذہ نے اپنا منفرد

رنگ نمایاں کیا تو نو آموز اور مبتدی شعرا نے مشق سخن اور تجربہ کار شعرا کی رہنمائی سے مصرع سازی اور شعری و عروضی رموز سیکھے۔ پچھلے عشرے میں کئی شعرا ایسے ہیں جنھوں نے ان طرحی مشاعروں میں مشق سخن سے شعری تربیت حاصل کی اور آج صاحب کتاب ہیں۔ ان مشاعروں میں گھروں میں پابند کئی شاعرات نے بھی محنت اور اساتذہ کی رہنمائی سے اپنا منفرد مقام پیدا کیا اور کئی شاعرات نہ صرف اپنی کتب شائع کر چکیں بلکہ کئی ادبی گروپس کی فعال منتظم بھی ہیں۔ آن لائن طرحی مشاعرے تحریری اور خاموش مشاعرہ ہونے کے باوجود داد و تحسین اور رہنمائی سے پر رونق مجالس میں ڈھلتے گئے۔ روایتی مشاعرے کے اہتمام و انصرام کو مدنظر رکھتے ہوئے گروپ میں مشاعرے کا بینر پوسٹ کی صورت میں آویزاں کیا جاتا ہے اور مقررہ وقت پر پوری دنیا سے گروپ ممبران اس پوسٹ پہ دی گئی زمین میں فی البدیہ تازہ کلام کہتے ہوئے کمنٹس میں اشعار کہتے جاتے ہیں۔ غزل مکمل ہونے پہ یکجا کلام کی پوسٹ پہ مکمل غزل لگا دی جاتی ہے۔ پڑھنے والے حسب ذوق اس پہ داد دیتے اور اچھے اشعار کی نشان دہی کرتے ہیں۔ کم زور اشعار کی نشان دہی کرتے ہوئے پختہ شعرا نو آموز شعرا کی اصلاح بھی کر دیتے ہیں۔ طرحی مشاعروں کا سلسلہ ۲۰۰۷ء کے بعد شروع ہوا لیکن ۲۰۱۰ء کے بعد اسے زیادہ فروغ ملا۔ الف، ادبیکا اور انحراف جیسے مقبول ادبی گروپس نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ انحراف ادبی فورم میں ہفتہ وار مشاعروں کا سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے اور پانچ سو زائد ہفتہ وار طرحی مشاعرے منعقد ہو چکے ہیں۔ اس گروپ کی روح رواں خوب صورت شاعر رحمان حفیظ ہیں۔ اس ادبی کارواں میں کئی نامور شعرا شامل ہیں۔ یہ ادبی فورم تحقیقی و تنقیدی میدان میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دے رہا ہے۔ منفرد زمینوں میں مشق سخن، منفرد تلمیحات پہ طبع آزمائی، مختلف ادبی موضوعات پہ تنقیدی اور تحقیقی مباحث کے ساتھ ساتھ ادبی تخلیقات کی نشر و اشاعت بھی انحراف ادبی فورم کا اعزاز ہے۔ طرحی مشاعروں کا مسلسل انعقاد کرنے والے نمایاں ادبی گروپس کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ کئی ایسے گروپس رہے جو کچھ عرصہ کے بعد غیر فعال ہو گئے یا ختم ہو گئے۔ طرحی مشاعروں کے مسلسل انعقاد کے بعد چوپال نے ردیفی مشاعروں کا آغاز کیا۔ کچھ اور گروپس نے حرفی ردیف پہ غیر طرحی مشاعروں کو فروغ دیا۔ موج غزل نے منفرد کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے منفرد ردیف، منفرد قوافی، منفرد بحر، نظمیہ، موضوعاتی اور مختلف اصناف سخن میں طبع

آزمائی کے لیے غیر طرحی مشاعروں کا انعقاد کیا ہے۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور دوسرے گروپس کے لیے قابل تقلید ادبی روایت ہے۔ کچھ ادبی گروپس فیس بک کے ساتھ ساتھ باقاعدہ ادبی تنظیم کی صورت اختیار کر چکے ہیں جبکہ کچھ ادبی تنظیموں نے اپنے ادبی گروپس فیس کے ساتھ ساتھ یوٹیوب اور وٹس ایپ پر بھی قائم کیے ہیں۔ انحراف، چوپال، موج سخن اور عالمی ادبی فورم فیس بک کے ساتھ ساتھ تنظیمی طور پر بھی فعال ہیں۔ کچھ ادبی گروپس تحریری طرحی مشاعروں کے ساتھ ساتھ لائیو صوتی اور بصری مشاعروں کا بھی انعقاد کرتے ہیں۔ زیادہ تر گروپس میں کلام کی تزئین و آرائش کا خوب صورت اہتمام کیا جاتا ہے۔ فیس بک ٹائمز ادبی فورم اپنا مجلہ شائع کر رہا ہے جبکہ موج غزل میں پی ڈی ایف بک پر مشتمل یکجا کلام شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲۰۱۲ء میں فیس بک پہ ادبی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو آن لائن مشاعروں میں شرکت کا موقع ملا۔ کئی معروف ادبی گروپ ہفتہ وار طرحی مشاعرے منعقد کر رہے تھے۔ جن میں الف، ادبیکا، انحراف، گلکاریاں اور دیا نمایاں تھے۔ ابتدائی طور پر گلکاریاں اور دیا ادبی فورم کے پچاس سے زائد ہفتہ وار طرحی مشاعروں میں شرکت کی۔ کچھ عرصہ بعد موج سخن کا قیام عمل میں آیا اور اس گروپ کے بانی نسیم شیخ کے ساتھ بہ طور منتظم مسلسل ایک سو تیس ہفتہ وار طرحی مشاعرے منعقد کیے۔ اس گروپ میں نام ور شعرا نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ، قدسیہ ظہور، جیاؔ قریشی، شعیب نویدؔ خان اور ڈاکٹر عزیزؔ فیصل کا ساتھ رہا۔ اسی دوران امریکہ میں مقیم ایاز مفتی نے اپنے والد گرامی عبد الستار مفتی میموریل عالمی فی البدیہہ مشاعرہ کا آغاز کیا ۔ یہ ایک منفرد تجربہ رہا کہ ایک ہی شاعر کی زمینوں میں مسلسل کلام کہنے کا موقع ملا۔ شعیب نوید خان عمدہ شاعر اور دیرینہ دوست ہیں جن کے ساتھ عالمی ادبی فورم آن لائن مشاعرہ میں بہ طور منتظم ایک سو اڑتیس مشاعروں میں شرکت کی۔ احمد علی نوجوان شاعر ہیں جن کے ساتھ کئی ادبی گروپس میں کام کا موقع ملا جن میں بزم اشعار، قوس قزح اور سخن دان ادبی فورم نمایاں ہیں۔ ان گروپس کے سو سے زائد طرحی مشاعروں میں بھی فی البدیہہ طرحی کلام کہنے کا موقع ملا۔ بزمِ ثاقب وادیِ سون کے خوب صورت شاعر ثاقب ملک مرحوم کی صاحب زادی اور اچھی شاعرہ رباب اعوان نے سجائی جس میں ہر ماہ ثاقب ملک کے خوب صورت مصرع پہ طرحی مشاعروں میں مسلسل شرکت رہی۔ دیا ادبی فورم کی منتظم دیا جیم ہیں جو کامیابی سے ہفتہ وار طرحی مشاعرے منعقد کر رہی ہیں۔ اس مشاعرہ میں

بھی ابتدائی پچاس مشاعروں میں شرکت کی۔ نظریاتی اختلاف کے بعد اس گروپ کو چھوڑ نا پڑا۔ کئی اور ادبی گروپس میں بھی طرحی کلام پیش کیا جن میں بحرِ سخن، دشتِ سخن کے سودائی، بزم سخن وراں، چوپال، چنگیر، مرام، بزمِ تخلیق، بزمِ عالی وغیرہ شامل ہیں۔ اپریل ۲۰۱۶ء میں موج غزل ادبی فورم کی بنیاد رکھی جس میں نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بینا اور قدسیہ ظہور میرے ساتھ ابتدائی منتظم تھے۔ موج غزل میں ابتدائی پچاس مشاعرے طرحی مصرعوں پہ منعقد ہوئے مگر اس کے بعد سے اب تک تین سے زائد مشاعروں میں غیر طرحی اور نظمیہ مشاعروں کا سلسلہ جاری ہے۔ جن میں منفرد قوافی، پابند حرفی ردیف، منفرد ردیف اور اصناف سخن رنگ نمایاں ہیں۔ میں نے فیس بک پر مختلف گروپس کے طرحی مشاعروں میں کہے گئے کلام کو طرحی غزلیات کے الگ الگ مجموعوں کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے جن میں موج غزل (عبدالستار مفتی میموریل عالمی مشاعرہ)، چراغِ فکر (دیا اور گلکاریاں مشاعرہ)، محبت کی زباں اور دھوپ کی دیوار (موجِ سخن)، جہانِ خواب اور چشمِ تماشا (عالمی ادبی فورم) اور زیر نظر شعری مجموعہ ''سراب سے آگے'' (انحراف، سخن ور، بزمِ اشعار، بزمِ ثاقب، قوسِ قزح، یارانِ ادب، یارانِ سخن، بحرِ سخن، بزمِ ولی، بزم سخن وراں، دشتِ جنوں کے سودائی، ادبی، چوپال، شعر و ادب، بزم انوار، شعر و سخن اور چنگیر) کے ہفتہ وار طرحی مشاعروں میں کہی گئی غزلیات پر مشتمل ہے۔ جبکہ تیسرے کنارے پر (سخن دان ادبی فورم)، نمودِ سحر اور آدھا سفر (موج غزل ادبی فورم) میں کہی گئی طرحی غزلیات پر مشتمل شعری مجموعے زیر طبع ہیں۔ ''سراب سے آگے'' کی برقی اشاعت کا اہتمام موجِ غزل کے منتظمین اور آن لائن پبلشنگ کے ادارے مکتبۂ ارمغانِ ابتسام کی روح رواں نوید ظفر کیانیؔ اور روبینہ شاہین بیناؔ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادبی سفر میں ہمیں کامیاب اور بامراد فرمائے۔ آمین۔

ہاشم علی خان ہمدمؔ

۱۶ اگست ۲۰۲۳ء

انحراف

☆

آئینۂ جمال جو پیشِ نظر نہیں
مجھ کو ترے خیال سے آگے خبر نہیں

اِک ملگجی سی روشنی تاریکیوں میں ہے
کیوں دیدۂ چراغ میں نورِ سحر نہیں

کھنچتا چلا ہوں جانبِ منزل کسی کے ساتھ
ہجرت زدہ وجود کو زادِ سفر نہیں

یوں خانماں خراب ہوں دشتِ خیال میں
زیرِ نگینِ عشق ہوں فوق البشر نہیں

ایسا بھی کیا کہ خواب میں آنکھیں کھلی رہیں
دِل پر تو ہجرِ یار کا ایسا اثر نہیں

ویسے تو کٹ گئی مری مشکل ترے بغیر
دُکھ ہے بس ایک بات کا، تو ہم سفر نہیں

کہنے کو خاکزاد ہوں لیکن فلک پہ ہوں
سرحد مرے شعور کی ہمدم کدھر نہیں؟

☆

تیشے کا امتحان ہے چھاتی چٹان کی
رکھنی پڑے گی لاج مجھے خاندان کی

حیرت کے اس جہان میں جھانکیں گے ایک بار
کھڑکی کھلی ہوئی جو ملی آسمان کی

مینار ہو گیا ترا مسجد میں سر بلند
کیا آن بان ہے ترے اونچے مکان کی

کوزہ گری کے شوق نے کیا کیا بنا دیا
صورت بڑی عجیب ہوئی خاکدان کی

ورنہ سفر جنون کا رکتا نہیں کہیں
اچھا کیا کہ آگہی مجھ کو نہ دان کی

ربّا! مرا یقین ہے اک بحرِ ممکنات
ورنہ یہ کائنات ہے وہم و گمان کی

سر پر ہے تیز دھوپ کی چادر تنی ہوئی
سر آ پڑی ہے چاکری کیوں سائبان کی

ہے بھی یہیں کہیں، پہ وہ دکھتا نہیں کہیں
ساری نشانیاں ہیں اسی بے نشان کی

کردار ہی نہیں رہے اپنے مقام پر
زلفیں بکھیر دی گئیں ہر داستان کی

قبریں بنانے لگ گئے اینٹیں چرا کے لوگ
صورت کچھ ایسی ہو گئی گرتے مکان کی

ہمدم کسی کی یاد نے کیا کچھ دکھا دیا
کیا بات ہے خیال کی، دھیان اور گیان کی

محمود احمد مرحوم کی نذر

آئینہ زاد زمانے کا پتہ چلتا ہے
خود کو دیکھوں تو فسانے کا پتہ چلتا ہے

بزمِ یاراں میں جو مذکور ہے اعزاز کے ساتھ
آج ''محمود'' کے جانے کا پتہ چلتا ہے

زر پجاری ہیں جو قارون بنے بیٹھے ہیں
ان کی دولت سے خزانے کا پتہ چلتا ہے

چند تنکے ہیں شکستہ سی کسی شاخ پہ آج
بے شجر خاص ٹھکانے کا پتہ چلتا ہے

تیر چلتے ہیں اندھیرے میں ہمارے ہاتھوں
اب کہاں ٹھیک نشانے کا پتہ چلتا ہے

چھوڑ جاتے ہیں خموشی سے محبت والے
کب کسی شخص کے جانے کا پتہ چلتا ہے

کون تھامے گا مجھے کوچۂ رسوائی میں
دوستی آج نبھانے کا پتہ چلتا ہے

جب کبھی آ کے ٹھہرتا ہوں سرِ راہِ حیات
زندگی بوجھ اٹھانے کا پتہ چلتا ہے

عین ممکن کہ قیامت کا گزر ہو ہمدم
پھر کہیں حشر اٹھانے کا پتہ چلتا ہے

☆

برائے چشمِ تماشا میں آئنہ نہیں ہوں
سوا اپنے آپ سے باہر کبھی گیا نہیں ہوں

رسائی میری یہی ہے کہ نارسا نہیں ہوں
میں تیرے پاس نہیں ہوں مگر جدا نہیں ہوں

سبھی سے ہاتھ ملاتا ہوں میں خلوص کے ساتھ
انا کے شہر میں پلتا ہوا خدا نہیں ہوں

ترے وجود میں رہتا ہوں بانسری کی طرح
میں بازگشت ہوں لیکن تری صدا نہیں ہوں

الگ نمود سے پائی ہے میں نے بود و باش
میں ڈارون کی تھیوری کا بوزنہ نہیں ہوں

یہ لوگ میرے قبیلے سے خوب واقف ہیں
یہ جانتے ہیں کہ سب کچھ ہوں، بے وفا نہیں ہوں

میں اپنے آپ کو نا اہل ہی سمجھتا ہوں
بجا سہی تری رائے، مگر بجا نہیں ہوں

ہزار نام ہیں میرے، ہر ایک نام جدا
ہر ایک روپ کے اندر میں کیا ہوں، کیا نہیں ہوں

مرے جنون میں شدت ہے اعتدال کے ساتھ
وفا کے دشت میں رہ کر بھی سرپھرا نہیں ہوں

زبانِ عصر میں لکھی ہے داستاں میری
میں بھولے بسرے زمانے کا واقعہ نہیں ہوں

پرانے حرف کی لے کو جدید کرنا ہے
کسی بھی خاص دبستان سے جڑا نہیں ہوں

مرے وجود کی لو ہے حسین آنکھوں میں
میں طاقچے میں جلایا ہوا دیا نہیں ہوں

عجیب شخص ہوں میں بھی یہ لوگ کہتے ہیں
کسی جہان میں دیکھا سنا ہوا نہیں ہوں

مری غزل کا سراپا ہے دل کی دھڑکن میں
تری بیاض میں شاید ابھی لکھا نہیں ہوں

مجھے تو اپنی محبت کے اعتبار میں رکھ
جو تیرے دل کی عدالت کا فیصلہ نہیں ہوں

مرا خمیر اٹھایا گیا ہے مٹی سے
ترے خیال کے پیکر سے ماورا نہیں ہوں

میں انحراف کا شاعر سہی مگر ہمدم
روایتوں کے جہاں سے گریز پا نہیں ہوں

☆

بے نمودی میں ہواؤں سے بہارا مجھ کو
کیوں خزاؤں نے سرِ عام نہ مارا مجھ کو

میں تو ایمان بھی داؤ پہ لگا بیٹھا ہوں
مار ڈالے نہ محبت میں خسارا مجھ کو

ایک پندار کے چکر میں پڑے ہیں دونوں
میں کنارے کو پکاروں کہ کنارا مجھ کو

وقت پڑنے پہ کسی چاند پہ قربان ہوا
وہ جو کہتا تھا بنائے گا ستارا مجھ کو

ایک دوجے پہ ہے موقوف ہماری منزل
میں ستارے کو جگاتا ہوں ستارا مجھ کو

مجھ سے اوقات بڑھائی ہے کئی بونوں نے
صفر ہوتے ہوئے لوگوں نے شمارا مجھ کو

میں اسے وقت کی تلوار پہ چھوڑ آیا ہوں
میرے دشمن نے کئی بار پکارا مجھ کو

دست بردار کسی طور نہیں ہو سکتا
کیسی دلدل میں سرِ ہجر اتارا مجھ کو

اب تو سانسوں میں کوئی اور مکیں ہے ہمدم
کتنا مشکل تھا کبھی خود پہ اجارہ مجھ کو

سخن ور

☆

سفر کی دھوپ میں چل کر ٹھہر گئے چپ چاپ
ہم آئنے سے بھی پہلے سنور گئے چپ چاپ

ہمارے بعد کناروں پہ دھوپ چھانے لگی
رہے نہ ہم تو سڑک سے شجر گئے چپ چاپ

اُنہی کے دم سے تھی رونق تمام بستی میں
وہ لوگ زیبِ سخن تھے مگر گئے چپ چاپ

ہمیں نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی
ہمیں جو کام ملا تھا وہ کر گئے چپ چاپ

ہم ایک عمر سے ہنگامۂ حیات میں ہیں
عجب سکوت پڑے گا اگر گئے چپ چاپ

کبھی بھی دشتِ جنوں میں کوئی گلہ نہ کیا
ہم اہلِ عشق تو جاں سے گزر گئے چپ چاپ

ترس رہا ہے زمانہ خلوص کو ہمدم
محبتوں کے مسافر کدھر گئے چپ چاپ

بزم اشعار

☆

میں آئینے سے برسرِ پیکار ہی رہا
ایسا کہ اپنے آپ سے دوچار ہی رہا

روزن کفِ شعور کا لیکن کھلا نہیں
پیشِ نظر بھی شہر کا اخبار ہی رہا

سچی زباں کے دام لگائے نہ لگ سکے
جوبن پہ آج جھوٹ کا بازار ہی رہا

اس بے رخی میں پیار تھا آزار تو نہ تھا
دل توڑ کر بھی وہ مرا غم خوار ہی رہا

مرکز گریز شخص تھا لیکن رداس میں
مر کر بھی داستان کا کردار ہی رہا

لوگوں نے اس کے نام پہ کیا کچھ بنا لیا
لیکن وہ ایک عام سا فنکار ہی رہا

ذوقِ جنوں سراب کو پہنچا نہیں کبھی
میرے لیے سفر مرا بے کار ہی رہا

گو تجھ کو اپنے آپ سے معمور کر لیا
لیکن میں اپنے آپ سے بے زار ہی رہا

لفظوں کا کھیل کھیل کے یوں باہنر ہوا
کردار میں بھی صاحبِ گفتار ہی رہا

موسیٰؑ تو میں نہیں تھا پہ جھوٹوں کے شہر میں
فرعونیت کے سامنے انکار ہی رہا

آنکھیں ملیں شراب کی حاجت نہیں رہی
جامِ سفال توڑ کے مے خوار ہی رہا

شاخوں پہ جان وار کے پتے ہرے رہے
موجِ خزاں کے سامنے گل زار ہی رہا

ہمدم انا کے موڑ پہ سولی چڑھے رہے
ذہنوں کے بیچ فاصلہ دیوار ہی رہا

☆

بانٹیں گے اپنی روشنی گزرے جہاں سے ہم
ٹوٹے ہوئے چراغ ہیں موجِ رواں سے ہم

رشتہ ہے خاندان سے اپنے خمیر کا
ہم سے یہ آسمان ہے اور آسماں سے ہم

گرنے لگے ہیں دام بھی اپنے ہی شہر میں
دشمن خرید لائے ہیں جانے کہاں سے ہم

کچھ یوں ہوا زمین پہ سودا ضمیر کا
نکلے نہیں ہیں آج بھی سود و زیاں سے ہم

جائیں گے کس دیار میں خود کو سنوارنے
کوزہ گری سمیٹ، ترے خاک داں سے ہم

ہیں قافیہ، ردیف کے تالے لگے ہوئے
کیسے کریں گے شاعری دل کی زباں سے ہم

ہمدم پڑے ہوئے ہیں فنا ہو کے عشق میں
کیسے اٹھا کے لائیں گے خود کو وہاں سے ہم

بزم ثاقب

☆

بزمِ رخ جہاں میں دید و شنید ہوتی
خواب و خیال دنیا گر مثلِ عید ہوتی

خوش رنگ عید ہوتی! مثلِ نوید ہوتی
خوش آمدید کہتے! خوش آمدید ہوتی

احساس کے چمن میں خوشیوں کے پھول کھلتے
ہجراں گزیدہ مٹی خوشیو دمید ہوتی

الفاظ ہی نہیں تھے حسنِ قصیدگی کو
دھڑکن پزیر خواہش کیسے ارید ہوتی

جاں ساقیِ عرب کی چشم حیات میں تھی
مے خانۂ عجم سے کیسے کشید ہوتی

صحرا رسیدگی میں دامن دریدگی ہے
کوزہ گری سے کیوں کر ہستی رمید ہوتی

ہم سے کہیں زیادہ عشاق بے وفا تھے
کیا کوچۂ وفا میں مٹی پلید ہوتی

کلیوں کی بیل کتنے کانٹوں میں پل رہی ہے
اے کاش اس چمن کی قطع و برید ہوتی

قفل جہاں بھی کھلتا احساس کے نگر میں
موجِ صدائے گل ہی موجِ کلید ہوتی

دورِ خزاں سے پہلے حسنِ بہار ہوتا
موج نمود اپنی خاکِ نمید ہوتی

مرشد بنا کے رکھا دشتِ جنوں میں مجنوں
لیلائے عشق ورنہ اپنی مرید ہوتی

دامن کشادگی میں زرتھا نہ ظرف اپنا
یہ کائنات ورنہ اپنی خرید ہوتی

چشمِ قلم نے دیکھی جلتے ہوئے دیے میں
قرطاس پر محبت خوں سے جرید ہوتی

کچھ تو صریرِ خامہ ہمدم کشید کرتے
کچھ تو غزل سرائی نظمِ جدید ہوتی

☆

خواہشوں کا سراب رہتی ہے
خواب دانی حجاب رہتی ہے

تجھ کنارے سے مجھ کنارے تک
موج بندِ حباب رہتی ہے

کتنی پاگل ہے وہ گھڑے والی
جو کنارِ چناب رہتی ہے

یہ محبت ہے تتلیوں جیسی
رنگ، خوشبو، گلاب رہتی ہے

ایک صورت کتاب کی صورت
زندگی کا نصاب رہتی ہے

کچھ تو لاحق ہے عارضہ دل کا
کچھ طبیعت خراب رہتی ہے

جب سے جلنے لگا ہے دل کا دیا
روشنی دستیاب رہتی ہے

خود کو پڑھتا ہوں اس طرح ہمدم
آئینے میں کتاب رہتی ہے

☆

جن کو سوچا ہے محبت کے حوالوں کی طرح
کتنے مشکل ہیں ریاضی کے سوالوں کی طرح

یاد تازہ ہے سرِ خواب اجالوں کی طرح
خاص لمحوں میں بدلتے ہوئے سالوں کی طرح

خود فریبی ہے کہ صبح کا گماں ہوتا ہے
کچھ اندھیرے جو میسر ہیں اجالوں کی طرح

ہم نے ہارے ہوئے لوگوں کی سفارت کی ہے
ہم بھی رہ جائیں گے عبرت کی مثالوں کی طرح

ہم تو پیسے ہوئے آٹے میں ذرا سے گھن ہیں
کھا ہی جائیں گے ہمیں لوگ نوالوں کی طرح

کب سویرے کے دھندلکے میں نظر آتے ہیں
یہ ستارے ہیں کسی چاند کے ہالوں کی طرح

وہ مرے حسنِ تخیل کا سماں باندھتی ہے
شام ہوتی ہے بکھرتے ہوئے بالوں کی طرح

یہ خموشی بھی تکلم کا پتہ دیتی ہے
چپ کی مہریں ہیں جو اظہار پہ تالوں کی طرح

ہم چناروں کے شراروں میں نمو پاتے ہیں
زندگی سرد ہوئی برف کے گالوں کی طرح

اب تو کانٹے بھی لہو زاد ہوئے جاتے ہیں
پھول لگتے ہیں مجھے پاؤں کے چھالوں کی طرح

ہم تو احساس کے قیدی ہیں جہاں میں ہمدم
خوف چھایا ہے کوئی سوچ کے جالوں کی طرح

☆

عزمِ سفر شہید کا ظلمت کی شام ہے
کرب و بلا کے باب میں سچا پیام ہے

بچوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا زمین پر
تازہ لہو کا رنگ بھی موجِ خرام ہے

روشن وفا کے خون سے میدان کر دیا
ہر نوجواں شہید کو میرا سلام ہے

معمارِ قوم حرمتِ تعلیم کے لیے
تو نے بھی جان دی ہے یہ تیرا مقام ہے

عزمِ جہاد اصل میں فکرِ حسینؓ ہے
شبیرؓ ہر شہید کا پہلا امام ہے

آزاد ہیں جو سجدۂ توحید میں جھکے
ظالم انا کے دیس میں اپنا غلام ہے

کہتا ہے کون عشق کا احساس مر گیا
راہِ وفا میں موت بھی ہمدم دوام ہے

☆

ہیں بے مثل، بے نظیر آنکھیں
محبتوں کی سفیر آنکھیں

بڑی محبت سے چھیڑتی ہیں
مگر کسی کی شریر آنکھیں

مری بصیرت کا آئینہ ہیں
شعور آنکھیں، ضمیر آنکھیں

جنون میرا ہے عاجزانہ
جھکی ہوئی ہیں فقیر آنکھیں

وصال موسم کا استعارہ
ملن گھڑی کی اسیر آنکھیں

میں جان و دل پیش کر رہا ہوں
کمان پر ہیں وہ تیر آنکھیں

نظر کا سودا نبھا رہی ہیں
مرید آنکھوں میں پیر آنکھیں

تلاش کرتی ہیں رانجھنا کو
وفا کے بیلے میں ہیر آنکھیں

سرائے دشتِ وفا میں ہمدم
ہے بادشاہ دل، وزیر آنکھیں

☆

سنہرے خواب سے بہلا رہے ہو
مری آنکھوں کو کیا دکھلا رہے ہو؟

محبت کر کے کیوں گھبرا رہے ہو؟
خطائے دل پہ کیوں پچھتا رہے ہو؟

چراغوں کو بچانے کا ہنر ہے؟
ہواؤں میں جو اڑتے جا رہے ہو

محبت دھڑکنوں کا طربیہ ہے
جسے دھیمے سروں میں گا رہے ہو

ہماری بزمِ دل آباد رکھنا
اسی میں تم سخن آرا رہے ہو

جنوں آمیز رہنا ہے تو آؤ!
کبھی تم بھی سرِ صحرا رہے ہو

ہماری کشتیوں کی لاج رکھنا
لبِ دریا ہمیں جو لا رہے ہو

جنوں میں جون لہجہ ہے تمھارا
دسمبر میں ہمیں پگھلا رہے ہو

عبث ہے بے نیازی کی شکایت
کبھی تم بھی تو لاپروا رہے ہو

غزل ہمدم ادا ہونے لگی ہے
سرِ موجِ سخن یاد آ رہے ہو

☆

عکسِ رخ جمال نے دیوانہ کر دیا
پیش نظر تھا آئینہ، مے خانہ کر دیا

آنکھوں نے ایک بات کی آنکھوں سے راز کی
دل نے ذرا سی بات کو افسانہ کر دیا

اہلِ جنوں نے عشق میں جینے کی بات کی
ہم نے تمام دشت کو ویرانہ کر دیا

کچھ دے شراب ساقیا! دامن نچوڑ کر
تشنہ لبوں نے زخم کو پیمانہ کر دیا

کچھ دن جلی تھی زندگی خوابوں کے طاق میں
خود شمع ہو گئی مجھے پروانہ کر دیا

کوزہ گری کے شوق میں پتھر سجا سجا
لوگوں نے سارے شہر کو بت خانہ کر دیا

بے وقت ہم نے ظلم پہ چیخیں بلند کیں
ہم پر امیرِ شہر نے جرمانہ کر دیا

بدلی کسی غریب کی قسمت کبھی کبھی
سلطان نے کنیز کو سلطانہ کر دیا

ہنگامۂ وجود میں خواہش پذیر ہے
ہمدم کسی نے وقت سے بے گانہ کر دیا

☆

کیا غنچۂ ادراک ہے، کیا رنگ اٹھا ہے
خوشبو کے دریچے میں کوئی پھول کھلا ہے

احساس کی دنیا میں جسے دیکھ رہا ہوں
وہ میرا خدا، میرا خدا، میرا خدا ہے

مجھ پر بھی کئی نقشِ کفِ پاک کھلیں گے
انوار کی دھرتی پہ مرا پائے رسا ہے

تصویر میں ڈھلتا ہوا شہکار الگ ہے
دیکھا ہے جسے آنکھ نے وہ رنگ جدا ہے

آندھی ہو کہ طوفان کے ہاتھوں میں اندھیرا
دیوار پہ چلتا ہوا بے دار دیا ہے

کیوں سوچ کا زینہ ہمیں ملنے نہیں دیتا
ہر موڑ پہ ہاتھوں میں وہی سنگِ انا ہے

ہم لوگ کوئی اور زمیں ڈھونڈ رہے ہیں
تا حدّ نظر اور خلا ، اور خلا ہے

خوشبو نے کیا چاک گریبان بھی ہمدم
پھولوں کو مگر تنگیِ داماں کا گلہ ہے

☆

پیش منظر تری صورت کی پزیرائی ہے
آئینہ زاد! یہ آنکھوں کی شناسائی ہے

حرف احساس کی پوروں سے رفو ہوتا ہے
کون کہتا ہے غزل قافیہ پیمائی ہے

بات ہے ملکۂ کہسار کے شہزادے کی
بزمِ ثاقب میں جو تقریب پزیرائی ہے

کون دیکھے گا سرِ عشق تڑپنا دل کا
ہجر کا دشت ہے اور لالۂ صحرائی ہے

ہائے! یہ کھیل مری جان لیے جاتا ہے
دیکھنے والی کوئی آنکھ تماشائی ہے

مطلعِ حسن تری ذات کا محور ٹھہرا
مصرعۂ تر سے تری بات نکل آئی ہے

کوئی واقف ہی نہیں اہلِ جنوں سے ورنہ
چاک دامن سے مرے دل میں بہار آئی ہے

آئینہ سب کو دکھاتا ہے حقیقت لیکن
خودفریبی ہے زمانے میں خودآرائی ہے

کوچۂ جاں سے مہکتا ہوا جھونکا گزرا
موجۂ گل کا تبسم ہے کہ تو آئی ہے

آنکھ کی پیاس بجھانے سے کہاں بجھتی ہے؟
جس طرف آنکھ اٹھاؤں تری رعنائی ہے

دِل کی دنیا میں کوئی اور نہیں ہے ہمدم
میرے اطراف بھی تو ہے، مری تنہائی ہے

☆

دل سے دل جو ملا نہیں ہوتا
کیا کہیں ہم کہ کیا نہیں ہوتا

عکس ہوتا ہے اشک زادوں کا
دائرہ دائرہ نہیں ہوتا

سنگ رہتا ہے ایک پس منظر
جب تلک آئینہ نہیں ہوتا

دو کناروں کے بیچ ہے دریا
عشق کچا گھڑا نہیں ہوتا

ہجر آنکھیں چراغ ہوتی ہیں
طاقچے میں دیا نہیں ہوتا

کتنی ویرانیاں ہیں گلشن میں
کوئی نغمہ سرا نہیں ہوتا

سچ سے خوگر ہوں اس لیے شاید
زہر کا ذائقہ نہیں ہوتا

یاد کا سلسلہ ہے دونوں میں
مستقل رابطہ نہیں ہوتا

تتلیاں بے قرار رہتی ہیں
پھول جب تک کھلا نہیں ہوتا

مسکراتا ہے چاند تارے پر
یوں ہی پرچم ہرا نہیں ہوتا

منزلیں کب پکارتی ہیں مجھے
دوسرا راستہ نہیں ہوتا

رات کٹتی ہے دشت میں ہمدم
خواب کا سلسلہ نہیں ہوتا

☆

طاق در طاق چراغوں کو جلاتے جاتے
روشنی خواب کی صورت میں دکھاتے جاتے

تشنگی دشت کے ہونٹوں کی بجھاتے جاتے
قیس ہوتے تو ابھی دھول اڑاتے جاتے

سب نے پائی ہے اسی خاک سے اپنی صورت
نقش کوئی تو سرِ چاک بناتے جاتے

کتنی نمناک نگاہیں تھیں، رواں تھے آنسو
تم نے دیکھا ہی نہیں چھوڑ کے جاتے جاتے

خود کلامی ہی سہی ، بات تو ہو سکتی تھی
دِل کی دھڑکن پہ کوئی گیت سناتے جاتے

ہم نے بے خوف محبت میں قدم رکھا ہے
ورنہ ممکن تھا ہمیں لوگ ڈراتے جاتے

لوگ تاریخ کا مطلب ہی کہاں سمجھے ہیں؟
کاش تہذیب ہی بچوں کو سکھاتے جاتے

تم نے تھک ہار کے رستہ ہی بدل ڈالا ہے
بوجھ اپنا ہی سرِ دشت اٹھاتے جاتے

ہم نے احساس کی تتلی کو مسل ڈالا ہے
ورنہ پھولوں سے مراسم تو نبھاتے جاتے

تم اجالوں کے مسافر ہو، ہمارا کیا ہے؟
آخری دیپ ہیں رستے میں بجھاتے جاتے

خاک دانی میں بگولوں سے شرر جل اٹھتے
ہم ہواؤں سے اگر آنکھ ملاتے جاتے

تم نے تعبیر فروشی کا ہنر سیکھا ہے
ایک دھوکہ ہی سہی خواب دکھاتے جاتے

ہجر کا عہد بھی قربت میں بدلتے ہمدم
بیچ میں ریت کی دیوار گراتے جاتے

☆

ہر خواب ہر خیال میں آئینہ دار دیکھ
آنکھیں نہ کھول دل سے مجھے بار بار دیکھ

آنکھیں سفید ہیں، مری موجِ بہار دیکھ
دورِ خزاں نہ دیکھ مرا انتظار دیکھ

سایہ مرے شعور کے پیکر میں آگیا
سورج کا سائبان ہوا سایہ دار دیکھ

منزل مری تلاش میں رہتی ہے در بدر
پھر بھی مرا جنون ہے دیوانہ وار دیکھ

پاؤں مرے زمین پہ پڑتے نہیں مگر
پھولوں میں ڈھل رہی ہے مری خارزار دیکھ

اِک زلزلہ وجود کے اندر بپا ہوا
سجدے میں گر گئے ہیں یہاں خاکسار دیکھ

کتنے ہی تاج دار ہیں بکھرے پڑے ہوئے
دنیا کی زندگی ہے کہاں پائدار دیکھ

کچھ تو مرے یقین کا پندار تو بھی رکھ
تجھ پر کیا ہے دل نے بہت اعتبار دیکھ

یہ خاک دان ہے وہی رہتے تھے ہم جہاں
دیکھے ہوئے جہان کو بس ایک بار دیکھ

دھڑکن کے آس پاس ہے کوئی دھڑک رہا
ہمدم اسی خیال میں دل بے قرار دیکھ

☆

سرابِ دشت جنوں آشکار کرنا ہے
سو آئینہ بھی حقیقت گزار کرنا ہے

قدم قدم پہ خار اشمار کرتے ہوئے
محبتوں کا سفر اختیار کرنا ہے

منافقت کا وتیرہ مجھے نہیں آتا
فقط خلوص کے بندوں سے پیار کرنا ہے

کوئی تو ہو کہ جو قربت کی انتہا بخشے
مجھے وصال کا موسم ادھار کرنا ہے

میں اپنے ہاتھ پہ سورج اٹھائے پھرتا ہوں
سفر کی شام سے پہلے نثار کرنا ہے

ترے مقام سے آگے کوئی مقام نہیں
تری گلی کو وفا کا دیار کرنا ہے

نثار ہونے لگا ہوں تری محبت پر
وفا کے دشت میں اپنا شکار کرنا ہے

جلا رہا ہوں نظر میں چراغ یادوں کے
کہ برف زاد بدن کو چنار کرنا ہے

میں بے قرار سا بندہ، مجھے قرار کہاں
ترے قرار نے کیا بے قرار کرنا ہے

مرا ضمیر گراں ہے عدو کے سینے پر
یہ جرم تو ہے مگر بار بار کرنا ہے

یہ ایک پل کا فسانہ مرا خزانہ ہے
اِسی کو میں نے بہت یادگار کرنا ہے

میں کوزہ گر تو نہیں ہوں مگر مرے پتھر
تجھے تراش کے اک شاہکار کرنا ہے

اِسی جنون سے آگے ہے میرے دل کا سکوں
یہ وحشتوں کا سماں سازگار کرنا ہے

صدائے موجۂ گل سے وہ خاص نسبت ہے
خزاں رتوں کو بھی ہمدم بہار کرنا ہے

☆

کدھر گئے ہیں محبت اتار آنکھوں میں
جو کر گئے ہیں عبادت گزار آنکھوں میں

تڑپ رہا ہے عجب انتظار آنکھوں میں
اڑا رہے ہیں بگولے غبار آنکھوں میں

نظر کے باغ میں تازہ گلاب کھلتے ہیں
اتر گئی ہے سہانی بہار آنکھوں میں

فریبِ دشتِ محبت سے کچھ نہیں ملتا
کسی نظر سے ملا ہے قرار آنکھوں میں

میں آئینے کے فسانے سے کس طرح نکلوں؟
مری تمام کہانی ہے یار آنکھوں میں

دیا جلائے چلا تھا میں ایک رستے میں
چراغ جلنے لگے ہیں ہزار آنکھوں میں

میں برف زاد چٹانوں سے ہو کے آیا ہوں
سلگ رہے ہیں ابھی تک چنار آنکھوں میں

جنوں کی پیاس بجھانے سے بجھ نہیں سکتی
سراب ہونے لگا ہے خمار آنکھوں سے

وہ دیکھتے ہیں تو کتنوں کی بات بنتی ہے؟
اُتارتے ہیں جو اپنا شکار آنکھوں میں

مرے بدن میں اترتی ہے روشنی ہمدم
چمک رہے ہیں ستارے کٹار آنکھوں میں

☆

بسا ہوں جب سے محبت شعار آنکھوں میں
نظر نظر پہ لٹایا ہے پیار آنکھوں میں

چھلک پڑے ہیں کئی زلزلے سرِ مژگاں
طلوعِ اشک سے پھیلا فشار آنکھوں میں

کسی وجود کو دیکھا ہے اتنی شدت سے
اتر گیا ہے بدن کا بخار آنکھوں میں

ہر ایک ناؤ لگی ہے وفا کنارے پر
رہی نہ موج کوئی بے کنار آنکھوں میں

میں آگہی کی اسیری میں آنے والا ہوں
شرار بننے لگے ہیں حصار آنکھوں میں

کوئی سنورنا بھی چاہے تو کس طرح سنورے
نہ آئینے میں رہا، نے سنگھار آنکھوں میں

بس ایک بار ہی دیکھا تھا خواب کا دریا
اتر گئی ہے کوئی آبشار آنکھوں میں

محبتیں تو کسی پر عیاں نہیں ہوتیں
ہوا ہے کون بھلا آشکار آنکھوں میں

میں اپنی ذات کی کٹیا کو چھوڑ بیٹھا ہوں
کیا ہے خواب محل استوار آنکھوں میں

یہ میری کوزہ گری ہے نہ شاعری ہمدم
غزل سرا ہے کوئی طرح دار آنکھوں میں

☆

چراغ دل ہی جلانے کا اہتمام کرو
اندھیری رات سے پہلے یہ انتظام کرو

یہ دور ہجر کوئی غم نہیں ہے میرے لیے
جو ہو سکے تو کوئی یاد میرے نام کرو

نہیں ملے گا کسی میں یہ میرا ذوقِ نظر
نہ اپنے حسن کی دولت کو اتنا عام کرو

سُلگتے خواب کسی سائے کو ترستے ہیں
ہمارے نام محبت کی ایک شام کرو

سنو سنو مرے ہمدم ابھی ٹھہر جاؤ
ذرا پرانے مراسم کا احترام کرو

نمازِ عشق عبادت، جنوں امام کرو
وصال فرض کرو، ہجر میں قیام کرو

سجا کے پیار کا سودا دکاں بڑھاتے رہو
محبتوں کی تجارت میں ایک کام کرو

یہ بارگاہِ محبت ہے صاحبو! آداب
نظر سنبھال رکھو! دل کا احترام کرو

میں کرچیوں کے تخیل میں چور بیٹھا ہوں
سو آئینے سے نکلنے کا انتظام کرو

لبوں پہ رشکِ تبسم رہے گلِ خنداں
قدم قدم پہ خوشی کا سفر دوام کرو

سجی ہے موجِ تکلم بہار میں ہمدم
زمینِ دل پہ رہو، دیر تک کلام کرو

☆

خاک دانی سے کہیں دور خلا لگتا ہے
یہ زمانہ تو مجھے اور سوا لگتا ہے

میں اسے لاکھ حقیقت سے گزاروں لیکن
آئینہ زاد فسانے سے جدا لگتا ہے

اپنی خواہش کا پجاری ہے سمجھتا ہی نہیں
ایک انسان جو پتھر کا خدا لگتا ہے

میں جنوں خیز روانی میں چلا جاتا ہوں
دِل کا دریا بھی مجھے دشتِ وفا لگتا ہے

گھر کو چھوڑیں تو پرندے نہیں واپس آتے
ہجرت و ہجر کا موسم بھی سزا لگتا ہے

چھیڑ بیٹھا ہوں کہانی میں تمہاری باتیں
یہ فسانہ بھی مجھے دل کی نوا لگتا ہے

دستکیں دے کے درِ دل پہ گزر جاتا ہے
کوچۂ جاں کا مسافر بھی گدا لگتا ہے

دِل کی دھڑکن میں دھڑکتا ہے جو نغمہ بن کر
میرے کھوئے ہوئے خوابوں کی صدا لگتا ہے

تھام رکھا ہے جو احساس میں نیلا آنچل
دھوپ نگری میں محبت کی ردا لگتا ہے

دوستی اپنی مثالی بھی رہی ہے یارو!
اچھے وقتوں کو بھلا دوں میں، برا لگتا ہے

دِل کے سودے میں خسارا نہیں دیکھا جاتا
اِس جھمیلے میں ہمیشہ سے جوا لگتا ہے

روشنی آس کے رستے میں پڑی ملتی ہے
ایک جگنو بھی اندھیرے میں دیا لگتا ہے

دوستی اہلِ محبت سے رکھی ہے ہمدم
آدمی اپنے قبیلے میں بھلا لگتا ہے

☆

احساس کی دنیا سے بغاوت نہیں کرتا
آئینۂ دل خواب حقیقت نہیں کرتا

نادان ہے اظہارِ محبت نہیں کرتا
دِل اور کسی دل پہ حکومت نہیں کرتا

یوں ہی تو کسی سے بھی عقیدت نہیں ہوتی
یوں ہی تو کوئی دل سے محبت نہیں کرتا

آئینۂ زدگاں سے مری جنگ چھڑی ہے
زنگار یونہی میری حمایت نہیں کرتا

احساس کی فصلیں بھی سنہری نہیں ہوتیں
زرخیز زمینوں میں جو محنت نہیں کرتا

بندوں کی محبت میں فقیروں نے کیا ہے
جو کام کوئی اہلِ شریعت نہیں کرتا

نشتر ہے کسی زخم کا مرہم تو نہیں ہے
جو لفظ کسی دل کی جراحت نہیں کرتا

ہے کون جو ہنگامۂ فردا پہ تلا ہے
یہ کون مرے عہد کی بیعت نہیں کرتا

بے کار سمجھتا ہوں محبت کی نمازیں
جب تک میں ترے نام کی نیت نہیں کرتا

یہ حرفِ سخن بانجھ زمینوں سے اٹھا ہے
اب کوئی غزل زادِ زراعت نہیں کرتا

کردار کا معیار سر دار کھلے گا
سچا ہوں مگر جھوٹ کی غیبت نہیں کرتا

حیرت ہے اسے اپنے زمانے کی پڑی ہے
اجداد کی جدت وہ روایت نہیں کرتا

کیا مرد کی عزت کسی عورت سے جڑی ہے
کیوں اپنے ہی کردار پہ غیرت نہیں کرتا

خوابوں کی حقیقت ہے کسی شہر کی دنیا
یوں ہی تو کوئی گاؤں سے ہجرت نہیں کرتا

سورج کی تمازت نے عجب سحر کیا ہے
سایہ بھی مرے شہر میں حرکت نہیں کرتا

چلتا ہوں نئے خواب کی دنیا کے سفر پر
میں دیدۂ ناکام پہ حسرت نہیں کرتا

چھن جاتا ہے اس ہاتھ سے قسمت کا لکھا بھی
جو غیر مقدر کو بھی قسمت نہیں کرتا

بائن ہے طلاق اس پہ محبت کی نظر میں
جو ہجر کے لمحات کو عدت نہیں کرتا

انساں سے محبت مرے مولا کا کرم ہے
سنی ہوں کسی طور میں بدعت نہیں کرتا

کہتے ہیں کہ ایمان مکمل نہیں ہوتا
جب تک کہ مسلمان مودّت نہیں کرتا

کیوں شعر مجھے سچی کمائی نہیں دیتا
کچا ہے مرا فن کہ ریاضت نہیں کرتا

تم مجھ سے قصیدے کی توقع نہیں رکھنا
ہمدم کسی سلطان کی مدحت نہیں کرتا

☆

موجۂ باد کا احسان اٹھایا نہ گیا
بجھنے والوں کو کسی طور جلایا نہ گیا

پیشِ منظر مرے احساس کی دیوار رہی
آئینہ جن کو دکھانا تھا، دکھایا نہ گیا

میں خسارے میں پڑا اور خسارے میں رہا
حوصلہ ایسا بڑھا مجھ سے گھٹایا نہ گیا

ایسی جدت کہ روایت سے گریزاں ہو کر
خود کو دیکھے ہوئے رستے پہ چلایا نہ گیا

دیر تک ساتھ رہا مجھ سے پری زادوں کا
رات جاگے ہوئے خوابوں کو سلایا نہ گیا

گھر بناتے ہیں مگر کوچ کیے جاتے ہیں
خاک زادوں سے کوئی شہر بسایا نہ گیا

حرف کی اوٹ میں قرطاس پہ لا کر رکھا
درد ایسا تھا کہ سینے میں سمایا نہ گیا

آج پھر بھول گیا ہوں میں کھلونے لانا
مجھ سے روتے ہوئے بچوں کو ہنسایا نہ گیا

اپنے حصے کی زمیں روٹھ گئی ہے مجھ سے
پاؤں رکھا تھا خلاؤں میں جمایا نہ گیا

ہجر ٹھہرا ہے سرِ اشک ستارہ بن کر
ہائے یہ راز بھی لوگوں سے چھپایا نہ گیا

دام اونچے تھے ذرا اور بھی لگ سکتے تھے
اس گرانی میں مگر خود کو گنوایا نہ گیا

عشق کا عین عیاں ہونے لگا تھا لیکن
اک قدم اور محبت میں بڑھایا نہ گیا

دشت آوارہ مزاجوں نے ہی آباد کیا
اس خرابے میں کوئی اپنا پرایا نہ گیا

دھوپ نگری میں شجر زاد زمیں بوس ہوئے
ہم سے اک سایۂ دیوار گرایا نہ گیا

سچ کہا میں نے، حقیقت پہ کئی ہاتھ اٹھے
جھوٹ لکھا تھا نصابوں میں پڑھایا نہ گیا

ایک مجبور تمنا نے قدم روک لیے
میں بلایا تھا مگر آپ سے آیا نہ گیا

کیسے برزخ میں ملاقات کا موقع گزرا
ہم سے آیا نہ گیا تم سے بلایا نہ گیا

روشنی ہم نے لبِ بام سجا کر رکھی
مسندِ دل پہ اندھیروں کو بٹھایا نہ گیا

شہر سے دور جو آنند ہوا ہے آباد
کون ایسا ہے جو اس شہر میں آیا نہ گیا

میر کے بعد کہاں حرفِ سخن بنتا تھا
یار لوگوں سے کوئی شعر سنایا نہ گیا

بے خرد ہو کے رفو کرنے لگا تھا ہمدم
چاک دامن پہ لگا داغ مٹایا نہ گیا

☆

خاک دانی کے دریچے، روشنی کی سیڑھیاں
آسماں در آسماں کھلتی گئی ہیں کھڑکیاں

اور خواہش اب مرے پیشِ نظر ممکن نہیں
رنگ اور خوشبو سے پہلے اڑ رہی ہیں تتلیاں

آگہی کا یہ سفر میرے لیے دشوار تھا
میں نے دیکھی ہیں چراغوں سے الجھتی آندھیاں

اس خرابے میں بکھر کر خواب ملتے ہیں کہاں؟
چاک دامن ڈھونڈتے ہیں خواہشوں کی دھجیاں

چار تنکے ہی لیے تھے گھر بسانے کے لیے
کیوں ہمارے آشیانے پر گری ہیں بجلیاں

نہر کے پل سے ملی پکی سڑک کیا گاؤں کی
شہر کے کالج میں پڑھنے آ گئی ہیں لڑکیاں

خواب نگری کا مسافر کوئی شہزادہ نہیں
کیوں پرائی آگ میں جلتی ہیں یہ شہزادیاں؟

اب کوئی غیور بھی کاری ہو یا وَنّی یہاں
کب تلک مرتی رہیں گی یہ بچاری بیٹیاں

میں حدودِ ذات سے باہر نکل پاتا نہیں
ڈال رکھی ہیں مرے پاؤں میں کس نے بیڑیاں

کیا چناروں میں سلگتی ہے کوئی یخ بستگی؟
کیا ہماری وادیوں میں پل رہی ہیں تلخیاں؟

زندگی بھر کا سفر مٹی، قلم، تعلیم ہے
بھول سکتا ہوں کہاں وہ تختیاں، وہ کاپیاں

ہم سرِ راہے پڑے ہیں وقت کی آغوش میں
کوئی تو آ کر اٹھائے گا ہماری گٹھڑیاں

کون جاتا ہے وگرنہ شہر ہمدم چھوڑ کر
دشت میں آباد ہیں کچھ شاعروں کی بستیاں

یارانِ ادب

☆

کس نے رکھا تھا خاک دانی میں
خود کو دیکھا ہے ہر کہانی میں

دو ہی کردار ہیں کہانی میں
عشق راجا میں، حسن رانی میں

ہم کسی اور ہی جہاں میں تھے
لامکانی تھی لامکانی میں

عکس اپنا کشید کرتے رہے
آئینے کی وجود خوانی میں

دِل جو پابند ہے محبت میں
یہ غلامی ہے حکمرانی میں

کب شرارت سے باز آتا ہے؟
میرا بچپن ہے نوجوانی میں

جل پری ہے کہ چاند ہے ہمدم
خواب ٹھہرا ہوا ہے پانی میں

☆

خیال وخواب میں عکس جمال آتا ہے
ترے کمال سے ایسا کمال آتا ہے

جنوں سے خاک اڑاتے ہیں عشق زادقدم
قلندروں کے دلوں پر جو حال آتا ہے

کسی کی یاد دھڑکتی ہے میرے سینے میں
ذرا سی دیر جو دل میں ملال آتا ہے

دیارِ دل سے ابھرتی ہے وقت کی آواز
کہ جیسے باسی کڑھی میں ابال آتا ہے

ہے زندگی کا فسانہ اسی تعدّد میں
گھڑی گھڑی میں عروج و زوال آتا ہے

یہ خواہشوں کا پرندہ کسی کا ہوتا نہیں
بڑے بڑوں کو مصیبت میں ڈال آتا ہے

امیر شہر نے سیکھا ہے گفتگو کا فن
بڑے کمال سے لوگوں کو ٹال آتا ہے

میں آئینے سے حقیقت کی بات پوچھتا ہوں
مری نظر میں جو ہمدم سوال آتا ہے

☆

طاقِ نسیاں پہ رکھے ہم نے اٹھائے ہیں چراغ
موجۂ باد کے سینے پہ جلائے ہیں چراغ

تیری محفل میں کوئی اور دیا جلتا ہے
اور ہم ہیں کہ دل و جان بنائے ہیں چراغ

میری تعبیر اجالوں کا سویرا ہو گا
آنکھ لگتے ہی مجھے خواب میں آئے ہیں چراغ

یہ ستارے ہیں کہ جگنو ہیں مری پلکوں پر
آئینہ ساز نگاہوں نے سجائے ہیں چراغ

تیرگی ہے کہ گرانی میں بڑھی جاتی ہے
ہم ترے شہر میں لینے چلے آئے ہیں چراغ

رابطہ یوں بھی سفیرانِ وفا سے رکھا
طاقچے میرے ہوئے اور پرائے ہیں چراغ

روشنی کیسے ہوئی؟ سب نے تماشا دیکھا
جب چلی تیز ہوا موج میں آئے ہیں چراغ

کون کہتا ہے اجالا نہیں ہونے والا
ہم نے چڑھتے ہوئے سورج کو دکھائے ہیں چراغ

سلسلہ ہے یہ محبت کا نہیں رک سکتا
کیا چراغوں سے کبھی تو نے ملائے ہیں چراغ

روشنی دستِ تخیل سے نمودار ہوئی
چاک پر خاک سے کتنے ہی بنائے ہیں چراغ

کون پیکر ہے؟ جسے نور خدا کہتے ہیں
کون صورت ہے؟ جسے کھینچ کے لائے ہیں چراغ

آگہی تو ہی بتا کس پہ یہ الزام دھریں
روشنی بانٹنے والوں نے ہی کھائے ہیں چراغ

میں جو احساس کے جلنے کا سبب پوچھتا ہوں
لوگ کہتے ہیں مجھے دھوپ کے سائے ہیں چراغ

میری صبحیں بھی دھندلکے میں رہی ہیں ہمدم
کن اندھیروں نے مرے گھر سے چرائے ہیں چراغ

یارانِ سخن

☆

زندگی کا سراغ لایا کر
میرے خوابوں میں روز آیا کر

آئینے کا یہی تقاضا ہے
خود کو خود سے کبھی ملایا کر

میں ترے پیار کی حقیقت ہوں
دیکھ میری قسم نہ کھایا کر

روشنی کا وجود لازم ہے
طاقچے میں دیے جلایا کر

تو خوشی کا سفیر ہے یارا
تھوڑا تھوڑا سا مسکرایا کر

خاک دانی میں گھومتے ہوئے دل
چاک پر تو نہ یوں گھمایا کر

تیرے حجرے کی خاک ہوں میں بھی
میری اینٹوں سے گھر بنایا کر

دل کی دنیا میں ایک آنگن ہے
اس میں دیوار مت اٹھایا کر

میرے صحرا کی تشنگی تو ہے
عشق دریا مجھے پلایا کر

دِل تکلف سے ماورا ٹھہرا
تیرا گھر ہے یہ آیا جایا کر

بھول جاتے ہیں لوگ بھی ہمدم
تو بھی لوگوں کو بھول جایا کر

بحرِ سخن

☆

جہانِ خواب کی صورت جہاں سے آئے گی
ہماری خاک اسی خاکداں سے آئے گی

اثر کرے گی وہی خوش گوار لہجے میں
نوائے حرف جو سچی زباں سے آئے گی

جدید عہد سے رکھا گیا ہے دور ہم کو
ہمارے گھر میں ترقی کہاں سے آئے گی

اُلجھ رہے ہیں اندھیرے ہماری کھڑکی سے
سو روشنی بھی ہمارے مکاں سے آئے گی

ہمارے شہر میں سورج ابھی نہیں نکلا
ذرا سی دھوپ مگر سائباں سے آئے گی

چراغ جلنے لگے ہیں ہمارے رستے میں
ہمیں خبر ہے ہوا بھی جہاں سے آئے گی

ترے خیال کی خوشبو ہے کوچۂ جاں میں
جہاں جہاں بھی گئے ہم وہاں سے آئے گی

نمود پڑنے لگی ہے اداس شاخوں میں
بہار اب کے بھی شاید خزاں سے آئے گی

روش روش کو بہاریں گے ہم جنوں زادے
خوشی کی لہر بھی موجِ رواں سے آئے گی

زمینِ دل پہ صحیفہ اترنے والا ہے
محبتوں کی وحی آسماں سے آئے گی

نوائے بحرِ سخن کا شعور ہے ہمدم
صدائے موج غزل جو بیاں سے آئے گی

☆

خوابوں کا شہر جبر کی دیوار مجھ میں ہے
میں آئینے کی آنکھ ہوں زنگار مجھ میں ہے

آئینۂ خیال سے الجھا ہوا ہوں میں
کوئی وجود بر سرِ پیکار مجھ میں ہے

دل ہے ہر اک ردا اس کا مرکز بنا ہوا
میں دائرے کے بیچ ہوں، پرکار مجھ میں ہے

سانسوں کے ساتھ ساتھ ہے جینے کی داستاں
افسانۂ حیات کا کردار مجھ میں ہے

جذبوں کی لخت لخت ہے سوکھی پڑی ہوئی
ٹوٹے ہوئے خلوص کا پندار مجھ میں ہے

فرہاد اور قیس کا گو ہم نشیں نہیں
لیکن دیارِ ہجر کا آزار مجھ میں ہے

میں کعبۂ حبیب میں الفت گزار ہوں
کہتے ہیں جس کو عشق کا دربار مجھ میں ہے

کر دوں نثار آپ پہ دل کی پون پون
کیسے کہوں کہ آپ سے جو پیار مجھ میں ہے

جس کو مرے شعور نے ہمدم بنا لیا
کوئی تو طرح دار مرے یار مجھ میں ہے

☆

رہی حرفِ جنوں فریاد میری
محبت سے بنی روداد میری

اگرچہ طاق ہوں تقسیم ہو کر
مگر منفی نہیں تعداد میری

غمِ دوراں کا صحرا پار کر دے
جنونِ عشق کر امداد میری

جسے میں خاک ہو کر لے گیا تھا
وہی پانی بنا بنیاد میری

وفا کی آبیاری کر رہا ہوں
رہے گی ذات یوں آباد میری

میں اپنے آپ میں اڑنے لگا ہوں
یہی پرواز ہے آزاد میری

میں ہر مشکل کو حل کرنے لگا ہوں
بہت آسان ہے افتاد میری

اسے آباد کرتا کون ہمدم
جو بستی ہو گئی برباد میری

☆

میرؔ ثانی کا زمانہ ہو گا
رنگ ناصر کا فسانہ ہو گا

شہر جاگے کہ وہ شاعر جاگے
زندگی تجھ کو بتانا ہو گا

یوں نہیں شاعری ہونے والی
رات کا ایک بجانا ہو گا

جان پہچان کہاں ہے ممکن
اجنبی دیس میں رہنا ہو گا

جانے گلیوں میں بھٹکتی ہو گی
دل اداسی سے لپٹتا ہو گا

مسکراہٹ میں ہو تلخی جیسے
غم بھی جینے کا سہارا ہو گا

زرد موسم کی ہوائیں ہوں گی
سر کی چھایا کا تماشا ہو گا

میرؔ کہتے تھے ، زبانِ ناصرؔ
''ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہو گا''

چھوڑ ہمدمؔ کہ سوائے ناصرؔ
میرؔ سا کون دوانہ ہو گا

☆

یہ جو تھوڑی سی محبت کی ہے
زندگی بھر کی عبادت کی ہے

عہدِ رفتہ سے بغاوت کی ہے
ہم نے جدت بھی روایت کی ہے

حرف ریزی کا ہنر سیکھا ہے
شعر کہنے کی جسارت کی ہے

کب دیا میں نے بجھایا اپنا
کچھ ہواؤں نے شرارت کی ہے

عشق بھی فرض کیا ہے خود پر
یوں طریقت بہ شریعت کی ہے

دوستو ! جب سے محبت سیکھی
دشمن جاں پہ حکومت کی ہے

مجھ سے نفرت کا تقاضا کیا
"میں نے انساں سے محبت کی ہے"

ورنہ دنیا تھی فسانہ ہمدم
داستانوں نے حقیقت کی ہے

☆

سرائے خواب سے آگے مرا کنارا نہیں
یہ آئنے کا نظارہ کوئی نظارہ نہیں

سبھی نے زرد خزاؤں کی دھوپ اوڑھی ہے
کوئی شجر بھی یہاں پر مرا سہارا نہیں

یہ لوگ میرے زمانے سے دور رہتے ہیں
اسی لیے تو یہاں پر مرا گزارا نہیں

ہمیں قبول نہیں ہیں یہ واجبی رشتے
اگر تمہارا نہیں تو کوئی ہمارا نہیں

سرابِ دشت تمنا میں چلتا رہتا ہوں
گزر گیا ہے جو لمحہ اسے پکارا نہیں

سبھی نے قید کیا ہے یہاں پرندوں کو
کٹے پروں کو کسی نے مگر سنوارا نہیں

تجھے عروج پہ رکھا ہے آسمانوں میں
ترا خیال زمیں پر کبھی اتارا نہیں

ہماری ذات کا ایندھن سلگتا رہتا ہے
بھڑکتی آگ کے اندر کوئی شرارا نہیں

وہ اِک لکیر جو تجھ سے مجھے ملاتی ہے
اِسی لکیر کی الجھن مرا استارا نہیں

میں قربتوں کی بہاریں دوام رکھتا ہوں
دیارِ ہجر کا موسم مجھے گوارا نہیں

مرے وجود کی تقسیم ہو گئی لیکن
خیال و خواب پہ پھر بھی مرا اجارا نہیں

مری وفا کا تقاضا ہے زندگی ہمدم
یہ دو گھڑی کی محبت! نہیں! خدارا! نہیں

☆

سر بحر سخن موج رواں ہے
محبت کی زباں اردو زباں ہے

صدائے عشق ہے اللہ اکبر
سرِ لوح جہاں پہلی اذاں ہے

وفا کے شہر کی حالت نہ پوچھو
ارے صاحب! اماں ہے الاماں ہے

بگولے ہم سفر ہیں زندگی میں
غبارِ راہ میرا کارواں ہے

رواں ہے آگ کا دریا مرے گھر
در و دیوار سے اٹھتا دھواں ہے

تماشائی یہاں آئے ہوئے ہیں
بھرے میلے میں سرکس کا کنواں ہے

اجالے گا اسے بھی سبز موسم
مرے اطراف جو پھیلی خزاں ہے

میں اپنے آپ میں کھونے لگا ہوں
یقیں کے باب میں کیسا گماں ہے

عجب آسیب زدگی ہے یہاں پر
اندھیری رات ہے، شورِ سگاں ہے

کہانی ختم ہو سکتی ہے لیکن
پسِ کردار لمبی داستاں ہے

ہمیں تو پالتی ہے دھوپ نگری
ہمارے سر پہ سورج سائباں ہے

رتیں ہیں اور لوگوں کی جہاں میں
ہمارے دل کا موسم پانچواں ہے

تجھے کیوں کر پڑھیں گے لوگ ہمدم
دبستانِ غزل تو میرخواں ہے

☆

صبحِ سفر ہے، ڈھلتی ہوئی شام ہی تو ہے
سورج کے ساتھ گردشِ ایام ہی تو ہے

گویا مری زمین بھی تقسیم ہو گئی
مٹی کا جسم شہر میں نیلام ہی تو ہے

سمجھا ہے کون عشق میں دامن دریدگی
شورِ سگاں فقیر پہ دشنام ہی تو ہے

کچھ بھی نہیں ملا ہمیں خواہش کے باوجود
خوابوں کا شہر کوچۂ اصنام ہی تو ہے

حیرت کا اک جہان ہے احساس کے دروں
پتھر کی آنکھ شیشۂ الہام ہی تو ہے

لگتے نہیں زمین پہ اڑتے ہوئے قدم
خواہش کا آسمان بھی دو گام ہی تو ہے

لیلائے شوق دیکھیے کس دار پر ملے
اہلِ جنوں پہ عشق کا الزام ہی تو ہے

لفظوں کا ہیر پھیر ہے ہمدم سخن وری
کچھ اور کام کیا کریں، یہ کام ہی تو ہے

☆

دل و نگاہ کا رشتہ یہی اجالا ہے
یہ آئنے کا فسانہ مرا حوالہ ہے

سنہرے خواب میں لپٹا ہوا دیارِ دل
مرے وجود پہ چھایا خمار ہالہ ہے

ہمارے شہر کے کتنے نہال پھرتے ہیں
وہ جن کے پیٹ میں چھینا ہوا نوالہ ہے

ہم اپنے عہد کے سقراط ہو نہیں سکتے
ہمارے بس میں کہاں زہر کا پیالہ ہے

یہ کس خیال میں ڈوبے ہوئے ہیں شاعر لوگ
غزل میں میر سے بڑھ کر کوئی حوالہ ہے

ہر ایک سر کے مقدر میں یہ عروج کہاں
فرازِ دار و رسن بھی کوئی ہمالہ ہے

سرائے موج سخن میں گمان سے آگے
ہمارے دل پہ صحیفہ اترنے والا ہے

ہم اپنی ذات کے سائے سے خوف کھاتے ہیں
یہ کس دیار کی وحشت نے ہم کو پالا ہے

مرے شعور کی قامت کا پوچھتے کیا ہو؟
یہاں تو بونا قدوں نے بھی قد نکالا ہے

دلوں کے بیچ تعلق ہے پیار کا رشتہ
پون پون میں پروئی وفا کی مالا ہے

بس ایک موجِ تبسم سے ٹوٹ جاتا ہے
مرا گمان بھی مکڑی کا ایک جالا ہے

کھلے گا سچی محبت سے دیکھنا اک دن
وہ جن کی سوچ پہ نفرت کا خاص تالا ہے

ہم اپنے خون سے تعمیر کر رہے ہیں جہاں
یہی خراج ہے اپنا، یہی ازالہ ہے

حسب نسب سے یہی لوگ میر جعفر ہیں
سفید رنگ میں جن کا ضمیر کالا ہے

ہمارے ہاتھ میں قسمت ہے دیکھنا صاحب!
کسی کے نام کا سکہ ابھی اچھالا ہے

مرے چراغ کی اوقات کیا زمانے میں
ترے خیال کے سورج کا بول بالا ہے

وفا کے شہر میں ہمدم طلاق بائن ہے
بھرم نہ ہو تو رجوع ہے نہ پھر حلالہ ہے

☆

یہ سراب آئینہ ہے کہ یقیں گماں نہیں ہے
جو رہا ہے پیش منظر مری داستاں نہیں ہے

مرے عہد کا فسانہ مری داستاں نہیں ہے
میں یہ کیسے مان جاؤں یہ مرا جہاں نہیں ہے

مرے شہر کی فضا میں ہے رواج بے حسی کا
کوئی ہم سخن نہیں ہے، کوئی ہم زباں نہیں ہے

یہ بدن پرست سائے یونہی ساتھ چل رہے ہیں
جہاں دھوپ کا اثر ہے وہاں سائباں نہیں ہے

مرا ذکر تک نہ کرنا کبھی تم فلاں فلاں سے
میں فلاں نہیں ہوں صاحب! مرا دل فلاں نہیں ہے

مجھے دشت کی خبر ہے نہ سراب پر نظر ہے
میں جنوں میں چل رہا ہوں، غمِ ہمرہاں نہیں ہے

مرے خاک داں سے آگے، ترے لامکاں سے پہلے
میں کہاں کہاں نہیں ہوں، تو کہاں کہاں نہیں ہے؟

مجھے آگہی نے بخشا ہے عجیب سوز ہمدم
میں سلگ رہا ہوں لیکن مرا غم دھواں نہیں ہے

☆

بس ایک بات پہ جلنے لگی ہوا مجھ سے
میں جل رہا تھا دیے سے، مرا دیا مجھ سے

ازل سے گنبدِ بے در کی بازگشت میں ہوں
ملی نہیں ہے ابھی تک مری صدا مجھ سے

ہر ایک حال میں دریا عبور کرنا ہے
وفا کرے گا یقیناً مرا گھڑا مجھ سے

میں ایک بار جھکا تھا محبتوں کے قریں
خفا رہی ہے ابھی تک مری انا مجھ سے

میں اپنے شہر میں رہ کر الگ الگ ٹھہرا
ہر ایک شخص ملا ہے جدا جدا مجھ سے

برائے موج سخن وہ گلاب لہجے میں
بڑھا رہا تھا محبت کا ذائقہ مجھ سے

مرے وجود نے بخشی ہے زندگی ہمدم
یہ آئینہ بھی حقیقت نما ہوا مجھ سے

☆

آئینے پر مری نظر تو نہیں
جو اِدھر ہے وہی اُدھر تو نہیں

تیرگی میں بھی جل رہے ہیں دیے
روشنی مطلعِ سحر تو نہیں

کارواں سے ہماری نسبت ہے
ہمرہاں ہیں جو ہم سفر تو نہیں

راکھ جذبوں میں کون زندہ ہے
دل سلگتا ہوا شرر تو نہیں

راکھ جذبوں میں کون زندہ ہے
دل سلگتا ہوا شرر تو نہیں

سائے جیسا ہے سائبان مگر
دھوپ نگری میں وہ شجر تو نہیں

عمر لگتی ہے بات کہنے میں
دل کی روداد مختصر تو نہیں

ہر تماشا سراب جیسا ہے
پیش منظر ہے جو خبر تو نہیں

بور آیا ہوا ہے پیڑوں پر
بے نمودی میں یہ ثمر تو نہیں

دِل کی دھڑکن تو ساتھ ہے لیکن
یہ رفاقت بھی معتبر تو نہیں

چاک پر جو وجود پاتا ہے
کوزہ گر یہ کوئی ہنر تو نہیں

ہم یہاں کھل کے رو بھی سکتے ہیں
دشت ہے یہ ہمارا گھر تو نہیں

لوگ فنکار کو بھی تکتے ہیں
ریزۂ حرف ہی گہر تو نہیں

جان چاہے تو لے بھی سکتا ہے
جانِ ہمدم ہے چارہ گر تو نہیں

☆

سراب زاد فضاؤں میں ہم نوائی کی
مرے جنوں نے ہواؤں کی رہنمائی کی

قدم قدم پہ بچایا مرے خدا نے مجھے
قدم قدم پہ تمناؤں نے خدائی کی

فقیر ہو کے پھرا میں اداس گلیوں میں
دیارِ عشق میں دل نے تری گدائی کی

تری پکار پہ چھوڑا نہ ہجر کا دامن
بس ایک بار محبت میں بے وفائی کی

مری دراز میں رکھی ہے کانچ کی چوڑی
رہے گی یاد ہمیشہ تری کلائی کی

صدائے موج غزل میں ہے پیار کا لہجہ
پون پون میں کسی نے سخن سرائی کی

وہ کر رہا تھا ضرورت میں اپنا گھر تقسیم
زبان کانپ رہی تھی ہمارے بھائی کی

بس ایک بار جلایا تھا راستے میں دیا
تمام عمر ہواؤں سے پھر لڑائی کی

منافقت کے لبادے میں دوست بن کے رہا
یہی نہیں کہ عدو نے مری برائی کی

کہاں یہ دور کہ ہجراں نصیب ٹھہرے ہیں
کہاں وہ دن کہ نہ کٹتی گھڑی جدائی کی

رفو کیا نہ کسی نے فگار سینوں کو
سبھی نے آس کے دھاگے سے ہی سلائی کی

تمام عمر گزاری ہے مفت میں ہمدم
کسی نے جان خریدی نہ ایک پائی کی

☆

وہ جس کا نام ہم نے خاک داں رکھا ہوا ہے
اسی میں زندگی کا آشیاں رکھا ہوا ہے

ملا تھا جو حقیقت کے فسانے میں نبھانا
وہی کردار زیبِ داستاں رکھا ہوا ہے

ہزاروں خواہشوں کے زنگ کی آلودگی میں
دلوں کو ہم نے کیسے؟ الاماں! رکھا ہوا ہے

دماغ و دل ہمارے بس میں ہوتے ہی کہاں ہیں؟
نجانے کس کو ہم نے حکمراں رکھا ہوا ہے

ہمارے شہر میں دامِ گرانی چڑھ گیا ہے
ترازو میں سبھی سود و زیاں رکھا ہوا ہے

کسی بھی وقت بھائی مار سکتے ہیں مجھے بھی
بنا کر شہر میں اندھا کنواں رکھا ہوا ہے

کوئی خاموش موجوں کو کنارا ہی نہ سمجھے
سفینہ در سفینہ بے کراں رکھا ہوا ہے

یہی ہے دھوپ نگری میں ہمارا بھی سہارا
ہوا کے ہاتھ پر جو سائباں رکھا ہوا ہے

کسی نے تند موجوں میں گلی رکھی ہوئی ہے
کسی نے بہتے دریا پر مکاں رکھا ہوا ہے

یہاں پر تاب کس کو ہے کہ خود سے جھوٹ بولے
یہاں پر سب نے اپنا ترجماں رکھا ہوا ہے

وگرنہ مختصر سی ہے محبت کی کہانی
یہ قصہ سرپھروں نے جاوداں رکھا ہوا ہے

جنوں کی آگ جلتی ہے بگولوں میں ہمیشہ
غبارِ دشت میں ہمدم دھواں رکھا ہوا ہے

☆

فریب چشم تمنا پہ مسکرا رہے تھے
سراب دشت کے سینے پہ جھلملا رہے تھے

ہمارے عہد کے بچے سوال کرتے ہیں
یہ کون لوگ ہمارا ہی دل جلا رہے تھے

وہ خدّ و خال مقابل تھے یا کہ وہم و گماں
جو آئینے میں بھی دیوار سی بنا رہے تھے

ٹھہر گئے جو بگولے شکستہ پا ہو کر
قدم قدم پہ مرا عزم آزما رہے تھے

جدھر جدھر کی ہوا تھی ادھر ادھر ہی چلے
ہم آندھیوں میں جو بجھتا دیا جلا رہے تھے

حسین شعر کی صورت میں دل پہ وا ہوئے ہیں
وہ خواب خواب جو آنکھوں میں خوش نما رہے تھے

جنوں نے رنگ دکھایا تو سب خمیدہ ہیں
ہمارے سامنے جتنے بھی سر اٹھا رہے تھے

یہ اور بات زمانہ مٹا رہا ہے ہمیں
وگرنہ ہم تو زمانے کی ابتدا رہے تھے

نظر کی جھیل میں گھلتی تھیں چاند کی کرنیں
کنارِ آب ستارے سنورتے جا رہے تھے

صدائے موجۂ گل ہیں وہ ہم سخن ہمدم
کبھی جو شہرِ سخن میں غزل سرا رہے تھے

☆

سرائے شام سے نکلا ہے قافلہ مرے ساتھ
سفر کریں گے اسیرانِ کربلا مرے ساتھ

سفیرِ دشت تمنا ہے آئینہ مرے ساتھ
نظر ملائے ہوئے ہے یہ ہم نوا مرے ساتھ

میں ناؤ دل کی سنبھالوں کہ راستہ دیکھوں
قدم قدم پہ بھٹکتا ہے ناخدا مرے ساتھ

سراب جتنے میسر تھے ساتھ چھوڑ گئے
چلا ہے آبلہ پائی میں نارسا مرے ساتھ

میں اپنے عہد کی دستار کیا سنبھالوں گا؟
رکھے گا کوئے ملامت جو رابطہ مرے ساتھ

نگاہیں سبز ہوئی ہیں ، لبوں پہ پھول کھلے
یہ ایک پل میں ہوا کیا ہے؟ صاحبا! مرے ساتھ

کشید کرنے لگا ہوں جہان حیرت سے
مرے وجود کا پیکر ہے ماورا مرے ساتھ

میں اپنے شہر کا موسم بدلنے والا ہوں
سو فرض ہے کہ چلے موجۂ صبا مرے ساتھ

میں اپنی دور کے ہر زاویے کا محور ہوں
سو گھومتا ہے زمانے کا دائرہ مرے ساتھ

مکالمے کی فضا ہے یہ گفتگو ہمدم
جدید اہلِ سخن کا ہے سلسلہ مرے ساتھ

☆

کھلے گا عکس نہ آنکھوں میں آئینہ ہو گا
درونِ ذات حقیقت کا سامنا ہو گا

ابھی سراب سے آگے لکیر کھینچی ہے
جنون چشمِ تماشا سے ماورا ہو گا

یہ دشتِ آبلہ پائی ہے، دیکھ لو صاحب!
وہی چلے گا سفر میں جو پارسا ہو گا

نگل گیا ہے جو منزل کے خواب رستے میں
وہ میرے شہر کے جنگل کا اژدہا ہو گا

جدید رسمِ زمانہ پہ بحث لاحاصل!
ابھی تو اور بھی دنیا میں ارتقا ہو گا

کھلے گا دل کا فسانہ جو عام لوگوں پر
تمام شہر محبت میں مبتلا ہو گا

کوئی صدا تو سرِ انقلاب اٹھے گی
ہجومِ شہر میں کوئی تو سر پھرا ہو گا

یہ بے حسی کا زمانہ ہے، دوستو خاموش!
اب اس سے بڑھ کے کوئی اور سانحہ ہو گا؟

ہم ایسے خاک نشینوں کو بھولنا کیسا؟
زباں زباں پہ ہمارا ہی تذکرہ ہو گا

میرے عدو بھی مٹائیں گے تیرگی اک دن
ہوا کے ہاتھ پہ جلتا ہوا دیا ہو گا

چلیں گے دھوپ نگر میں خرام کرتے ہوئے
ہمارے گرد محبت کا دائرہ ہو گا

اَنا پہ ضرب لگانے کی دیر ہے ہمدم
وفا کے موڑ پہ اپنوں کا فیصلہ ہو گا

☆

ردیف تک ہے غزل میں نہ قافیے تک ہے
سخن تو حرفِ تخیل کے ذائقے تک ہے

پھر اس کے بعد نگاہوں میں خود فریبی ہے
یہ آئینے کی مسافت تو آئینے تک ہے

لگے جو آنکھ تو سورج کے ساتھ کھلتی ہے
سرائے خواب کا عالم تو رتجگے تک ہے

بدل رہا ہے زمانے میں حبس کا موسم
کسی کے غم کی رسائی بھی معجزے تک ہے

دِلوں کے بیچ کوئی فاصلہ نہیں ہوتا
یہ دوریوں کا تعلق ہے، رابطے تک ہے

یہ کون ہے جو مرا زاویہ بڑھاتا ہے
مرے نصیب کا چکر تو دائرے تک ہے

پھر اس کے بعد مزاروں پہ کون روتا ہے؟
ہماری ہجر کہانی بھی مرثیے تک ہے

زمین بوس ہوئے ہیں جو سر اٹھائے ہیں
یہ آن بان پہاڑوں کی زلزلے تک ہے

میں کارواں کا مسافر نہیں رہا ہمدم
غبارِ دشتِ جنوں ہے جو قافلے تک ہے

☆

کچھ اندرونِ ذات کا رستہ بنائیے
ایسا بھی کیا کہ آئینہ اپنا بنائیے

ہو رفتگاں کی یاد بھی تعبیر کے قریں
آئندگاں سے خواب کا رشتہ بنائیے

پیشِ نظر سراب کا عالم سہی مگر
آنکھوں میں انتظار کا نقشہ بنائیے

توحید کا چراغ تو جلتا ہے ہر جگہ
بت خانۂ حیات ہی کعبہ بنائیے

دامن پہ کوئی داغ بھی رکھنا نہیں ہمیں
سینے پہ خون رنگ سے تمغہ بنائیے

کچھ تو سکوں ملے گا محبت کے نام سے
یادوں کی نرم شال کو تکیہ بنائیے

صحرا کی ریت چھان کے دریا میں ڈالیے
دریا کو پھر سمیٹ کے قطرہ بنائیے

کثرت شمار کیجیے وحدت کے باب میں
ذرے سے کائنات کا نقشہ بنائیے

یعنی سرائے عشق میں جانا نہیں اگر
کچا مکان ہے اسے پختہ بنائیے

کوئی تو غم گسار ہو، جنگل ہی کیوں نہ ہو؟
بستی سے دور درد کا کوچہ بنائیے

ہمدم لکیر کھینچیے احساس کے دروں
کاغذ پہ حرف حرف کا چہرہ بنائیے

بزمِ ولی

☆

ہماری خاک نشینی سے خاکدان کھلا
پھر اس کے بعد کہیں جا کے آسمان کھلا

ہم آئینے کو حقیقت شمار کر بیٹھے
سرابِ چشم تماشا سے یہ جہان کھلا

ہم اپنے دھوپ نگر سے نکل گئے لیکن
سرائے دشت میں وحشت کا سائبان کھلا

ہمیں خبر تھی ہواؤں کے ہر ارادے کی
ہر ایک موج کے سینے پہ بادبان کھلا

ہم اپنے آپ سے ملنے کے بعد کھلتے گئے
خود آگہی کا دریچہ ہی درمیان کھلا

ہنر سمیٹ چکے تھے سخن تراش میاں
ہماری کوزہ گری سے یہ خاندان کھلا

جتن ہزار کیے ہم نے دوستی کے لیے
نجانے کتنی محبت سے مہربان کھلا؟

جسے سنبھال کے رکھا گیا نہ ہم سے کبھی
لگی ہے چوٹ تو ہم پر وہ قدردان کھلا

کسی کو تاب نہیں تھی کہ یہ جہاں ماپے
کسی کے نقش قدم سے وہ لامکان کھلا

اسے تو پر بھی ملے تھے کٹے پھٹے لیکن
قفس میں قید ہوا ہے تو بے اڑان کھلا

وہ کھل کھلا کے ملا ہے مجھے کھلے دل سے
ذرا سی دیر میں مجھ پر جو رازدان کھلا

میں اپنے دل کے دھڑکنے کا راز کب سمجھا؟
مکیں کھلا ہے نہ مجھ پر کبھی مکان کھلا

میں رات اپنے پرانے مکان میں ٹھہرا
کھلی تھی آنکھ جہاں میرا خواب دان کھلا

خودی کے راز نے بخشی ہے آگہی ہمدم
صدائے بانگ درا سے وہ ارمغان کھلا

بزمِ سخن وراں

☆

خیال و خواب سے پرے حقیقتیں ہیں بے شمار
اِسی لیے تو آئینے میں جھانکتے ہیں بار بار

پون پون ترنگ ہے، گلاب انگ انگ ہے
محبتوں کا رنگ ہے صدائے موجۂ بہار

غزل کے حرف حرف میں جو میرؔ کے اسیر ہیں
وہی تو ہیں جہان میں سخن وری کے شہسوار

گھڑی گھڑی بہ چشم ہے، اذیتوں کی رسم ہے
دل و نظر پہ چھا گیا عجب کسی کا انتظار

یہ قربتوں کی بارشیں، جگا رہی ہیں خواہشیں
مٹا رہی ہے تشنگی محبتوں کی آبشار

قرار میں جنون ہے، فشار میں سکون ہے
میں سنگ زاد ہوں مگر عجیب ہے یہ انتشار

وہ اور کچھ نہیں مگر برائے کشتۂ نظر
جو ہمدمِ فقیر کا بنا ہوا ہے شاہکار

☆

کنارِ خواب اترے گی ہماری زندگی اک دن
وفا کی خشک جھیلوں میں ملے گی جل پری اک دن

جنوں کے ریگزاروں کو یونہی بے آب رہنے دو
سمندر جام کر دے گی مری تشنہ لبی اک دن

یہ مانا دل نشیں لہجہ اثر انگیز ہوتا ہے
دِکھے گی حسنِ معنی میں مگر مشاطگی اک دن

اِسی چشم تماشا میں نہاں عرضِ تمنا ہے
تمہارے کام آئے گی یہی دیدہ وری اک دن

کتابِ زندگی میں ہم بہ عنوانِ محبت ہیں
چھپے گی دل کے کاغذ پر ہماری شاعری اک دن

ہماری خشک کھیتی میں کھلیں گے پھول سرسوں کے
ہمیں سیراب کر دے گی یہی دریا دلی اک دن

یہی بندہ نوازی ہے اسے معراج کہتے ہیں
خدا کے سامنے سجدہ کرے گی بندگی اک دن

عجب دن تھا کہ آدم کو فرشتوں نے جدا لکھا
عجب مردم شماری میں ہوئی خانہ پری اک دن

دریدہ چاک دامن میں چھپی ہیں وسعتیں کتنی
ستارے توڑ لائے گی یہی آوارگی اک دن

ہمارے بعد بھی جلتے رہیں گے یہ دیے ہمدم
چراغوں سے عیاں ہو گی ہماری روشنی اک دن

☆

سر آئینہ ہے تماشا ہمارا
نظر میں سمایا ہوا ہے نظارا

ترا بھی کنارا، مرا بھی کنارا
مگر تیرا ہے کنارا ہمارا

جمالِ محبت کا ہے استعارا
ہرے آشیاں پر دمکتا ستارا

خزاں بے نمودی میں ہم نے گزاری
ہمیں موجۂ گل نے آ کر بہارا

ترا حسن کیا ہے؟ مرا عشق کیا ہے؟
ترا بھی سہارا، مرا بھی سہارا

مروت کے لفظوں کے قائل نہیں ہم
جسے بھی پکارا ہے دل سے پکارا

زمانہ گزرتا ہوا جا رہا تھا
سو جیسے بھی گزرا ہے ہم نے گزارا

ہوا کے سہارے پہ جلنے لگا ہے
بدن میں سلگتا ہوا اک شرارا

دلوں پر جنوں حکمرانی کرے ہے
محبت میں چلتا نہیں ہے اجارا

گلی کی طرف ماں کی آنکھیں لگی ہیں
سرِ شام لوٹا نہیں ہے دلارا

مرے امن کے دشمنو! جان چھوڑو!
خدارا! خدارا! خدارا! خدارا!

وفا کے مسافر کو درپیش ہمدم
محبت کا دریا، دلوں کا کنارا

☆

رکوع کر کے، سجود کر کے، قدم قدم پر قیام کر کے
گزر ہی جائیں گے ہم بھی دنیا سے اپنی یادیں دوام کر کے

بہار جیسا شعور دے کر خزاں کا موسم بدل دیا ہے
کلی کی خوشبو دوام کر کے، گلوں سے اپنا کلام کر کے

پگھل رہی ہے ہماری مٹی ، لہو ہمارا ابل رہا ہے
گزر رہے ہیں جو دھوپ نگری سے رستہ شاہراہِ عام کر کے

ہمارے کندھے پہ بیٹھ کر جو بلند سورج کو دیکھتا تھا
بڑا ہوا ہے وہ ایک بونا بڑے بڑوں کو سلام کر کے

وہ ایک دانہ مجھے ملا جو کبھی شمار انہیں گیا تھا
دلوں کی تسبیح جوڑتا ہوں جسے میں سب کا امام کر کے

میں اپنے دل کا ہی معتقد ہوں میں اپنے دل ہی کی مانتا ہوں
مرا بھی دل مطمئن رہا ہے، مجھے خودی کا غلام کر کے

عجب! کہ حاکم وہی رہا ہے جو پاک دھرتی سے جا چکا ہے
ہماری قسمت میں بانجھ صدیوں کا بے نمودی نظام کر کے

جنوں کی شدت سفیر کر لی، سراب دنیا اسیر کر لی
صدائے اہلِ وفا نے ہمدم دیارِ دل میں خرام کر کے

☆

وہ زندگی وہ دل کا فسانہ گزر گیا
حیران ہوں کہ میرا زمانہ کدھر گیا؟

موجِ بلا نے آخری چھاؤں بھی چھین لی
ان آندھیوں میں گھر کا پرانا شجر گیا

زندہ ہوں اپنے درد کا ورثہ اجاڑ کر
اشکِ رواں میں دل کا یگانہ گہر گیا

تم بن دیارِ ہجر کا موسم عجیب تھا
کیا پوچھتے ہو مجھ سے؟ کہا نا! گزر گیا

کونجوں کی ڈار چھوڑ کے منزل کی آس میں
دشتِ وفا سمجھ کے دوانہ اتر گیا

جگنو مثال شخص تھا خواہش کی راہ پر
کرنوں سے میرے دل کا خزانہ جو بھر گیا

سب کچھ بدل دیا گیا کیسے مفاد میں
خوابوں کی سرزمیں، وہ سہانا نگر گیا

ہمدم ہوا کے دوش پہ بکھرے وجود سے
ہم بھی ادھر گئے ہیں ٹھکانہ جدھر گیا

☆

نظر کی سرزمیں تھوڑی مرے دل کا جہاں تھوڑا
مری پرواز کے آگے پڑا ہے آسماں تھوڑا

خس و خاشاک رکھے ہیں پرندوں نے محبت سے
ہمارے چار تنکوں سے بنا ہے آشیاں تھوڑا

ہم اپنے آپ پر اپنی حکومت کر کے زندہ ہیں
امیرِ شہر کو سمجھا ہوا ہے حکمراں تھوڑا

بھنور کی تند موجوں نے ہمیں آگے بڑھایا ہے
ہوا کے سامنے ٹھہرا ہوا ہے بادباں تھوڑا

ہمارے سر پہ رہتا ہے سلگتے وقت کا سایہ
ہمیں بھی دھوپ نگری میں ملا ہے سائباں تھوڑا

سبھی نے اپنے حصے کا اکیلا راستہ رکھا
سفر اک ساتھ کرتا ہے ہمارا کارواں تھوڑا

گزرتے دور کی یادیں ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں
ارے! ہم نے بھلایا ہے وہ عہدِ رفتگاں تھوڑا

بہت سے خار ایسے ہیں جو گلشن کو سجاتے ہیں
وفورِ موسمِ گل ہے چمن کا ترجماں تھوڑا

یہ سودا دل کا سودا ہے جوئے سے کم نہیں ہوتا
جنوں بھی لے لیا کرتا ہے دل کا امتحاں تھوڑا

چراغوں کا بجھے جانا دھندلکے کی علامت ہے
سلگتی راکھ سے آخر میں اٹھتا ہے دھواں تھوڑا

اِسی ہنگامۂ شب میں کئی آنکھوں نے صبحیں کیں
اندھیری رات سڑکوں پر رہا شورِ سگاں تھوڑا

دِل وجاں سے لٹائی ہے وفا میں زندگی اپنی
ہمارے واسطے کافی نہیں ہے یہ زیاں تھوڑا

محبت موجۂ گل کی طرح مہمیز رکھتی ہے
دلوں کا راز رہتا ہے بھلا ایسے نہاں تھوڑا

ہمارے سجدہء دل کو زمانہ چاہیے ہمدم
ہماری جبہ سائی کے لیے ہے آستاں تھوڑا

☆

آئینہ زاد نگاہوں نے پکارا ہم کو
اپنے احساس کی دنیا میں سنوارا ہم کو

ہاتھ جس چیز پہ لگتا ہے اکھڑ جاتی ہے
ہم کنارے کو سنبھالیں کہ کنارا ہم کو

ہم خزاؤں کے فسانے سے الجھ بیٹھے تھے
موجۂ گل نے محبت سے بہارا ہم کو

ہم تو اعداد میں زیرو تھے ہمارا کیا تھا؟
اہلِ دنیا نے بہر حال شمارا ہم کو

ہم ذرا دیر کو نکلے تھے جہاں داری میں
زندگی تو نے کہاں لا کے اتارا ہم کو

ہم نے گزری ہوئی صدیوں سے جلا پائی تھی
کتنی مشکل سے زمانے نے گزارا ہم کو

اَشک آنکھوں میں جو ٹھہرا تو یہ منظر دیکھا
ہم ستارے کو تکے جاویں ستارا ہم کو

ہم نے تعبیر کی صورت نہیں دیکھی صاحب
کس طرف لے کے چلا خواب کا دھارا ہم کو

ہم نے کب دارِ محبت پہ یہ جاں پیاری کی
دشمن جاں نہ لگا جان سے پیارا ہم کو

ہم کٹہرے میں کھڑے اپنی خطا پوچھتے ہیں
کس نے مجرم کی طرح جان سے مارا ہم کو؟

لوگ اغراض کی سیڑھی پہ چڑھے جاتے ہیں
تیز چلنے نہیں دیتا ہے سہارا ہم کو

ہم ترے در پہ دل و جان سے مٹ جائیں گے
زندہ رہنا ہی نہیں عشق ! گوارا ہم کو

بھیڑ گھٹتی ہے نہ آتی ہے ہماری باری
جانے کس دور کے لوگوں میں قطارا ہم کو

ہم تو نکلے ہی نہیں عشق میں گھر سے ہمدم
ہیر کے جھنگ سے پیارا تھا ہزارہ ہم کو

☆

کتنے دیے بچا لیے ہم نے جلا کے ہاتھ
کتنے چراغ لگ گئے ہوں گے ہوا کے ہاتھ

ورنہ لبِ خموش پہ کوئی صدا نہ تھی
کتنی دعائیں مانگ لیں ہم نے اٹھا کے ہاتھ

پھولوں کو خار خار سے کیسے بچائیں ہم
پھیلے ہیں دور دور جو موجِ بلا کے ہاتھ

قصہ تمام ہو گیا دامِ حیات کا
ہر ذی نفس چلا گیا اپنی قضا کے ہاتھ

میرے لیے امام نے حجت دوام کی
میرے لیے نہ کج ہوئے صبر و رضا کے ہاتھ

لب پر ہمارے آج بھی نعرہ علیؑ کا ہے
چلتے ہیں تھام تھام کے مشکل کشا کے ہاتھ

ہنگامۂ شعور میں مارے گئے مگر
دامن کے چاک سے ملے شہرِ انا کے ہاتھ

کوزہ گری کے جرم پہ بے دست و پا ہوئے
تکمیلِ فن پہ آ گئے ہم بھی کٹا کے ہاتھ

دستک شبِ وصال رہی ہے تمام عمر
پڑتے رہے ہیں دل پہ کسی بے صدا کے ہاتھ

اپنی خزاں رسیدگی مٹّی بھلا کہاں
موجِ گلِ بہار تھی موجِ صبا کے ہاتھ

ترکِ تعلقات پہ حیرت ہے آج بھی
اس طرح کیوں گیا ہے وہ یونہی چھڑا کے ہاتھ

دریا اسیر ہوگیا، طوفاں کی خیر ہو
پھر ناؤ آ گئی ہے مری ناخدا کے ہاتھ

لوحِ جبیں پہ لمس کی حدت کا نقش ہے
بھولے نہیں ہیں آج بھی اس دل ربا کے ہاتھ

جب بھی دیارِ عشق میں اذنِ جنوں ملا
تیشہ اٹھا کے آ گئے ہمدم وفا کے ہاتھ

☆

دل ونظر کے سامنے ہے دائرہ کھلا ہوا
کوئی تو ہے جو پانیوں میں آئنہ نما ہوا

لکیر، نقش، زاویہ نہ حاشیہ کھنچا ہوا
کسی کسی کے سامنے ہے راستہ بنا ہوا

خزاں رسیدگی ہوئی کہ لالہ زار جل گئے
درونِ چشم رہ گیا ہے موتیا کھلا ہوا

بٹے گی روشنی یہاں بھی آندھیوں کے زور پر
ہوا کے ہاتھ آ گیا جو اک دیا جلا ہوا

بغاوتوں نے توڑ دیں کئی روایتیں مگر
دلوں کے بیچ رہ گیا ہے سلسلہ جڑا ہوا

نماز جو ادا ہوئی ، قضا نہیں ہوئی کبھی
سرائے عشق میں رہا ہے ضابطہ بنا ہوا

وہ میری خو پہ اڑ گیا، میں اس کی ضد میں ہی رہا
انا کے موڑ پر لگا ہے رابطہ ہوا ہوا

کلی کلی پڑا ہوا ملا ہے کربِ آگہی
فضا میں ہر طرف ملا ہے مرثیہ لکھا ہوا

اٹھا کے خود پہ انگلیاں عدو کے حق میں بات ہو
کسی نے آج تک نہیں یہ تجربہ کیا ہوا

لکھا گیا جو عین شین قاف کے حروف میں
یہی تو کل نصاب تھا جو صاحبا ! روا ہوا

کوئی تو ہو جو ایک دین پر ہمیں چلا سکے
ہمارے دل، دماغ میں ہے تفرقہ پڑا ہوا

حروف ہیں وہی مگر خیال ہیں نئے نئے
غزل میں کہہ رہا ہوں میں بھی ریختہ کہا ہوا

کوئی کوئی ہے عشق میں جو قیس کا مرید ہے
کسی کسی نے دشت کا ہے جائزہ لیا ہوا

اذیتوں کا لمس ہے، کوئی خلش ضرور ہے
بدل رہا ہے سوز میں جو قہقہہ لگا ہوا

چلے چلو کہ منزلوں کی آخری سبیل ہے
کسی کے واسطے کہیں پہ قافلہ رکا ہوا

میں سن رہا ہوں رنگ اور تتلیوں کی گفتگو
مرے شعور کو عجیب ذائقہ عطا ہوا

خوراک ، روشنی ، ہوا کا بندوبست کیسے ہو؟
کئی دنوں سے شہر میں ہے مسئلہ اٹھا ہوا

یقین ہے کہ شہر میں گرانیاں بھی ہیں مگر
قدم قدم ہے گاہکوں کا تانتا بندھا ہوا

ذرا سی دیر میں محبتیں سبھی بدل گئیں
یہ کیا ہوا کہ ذہن و دل میں زلزلہ بپا ہوا

عدوئے بے مثال کی یہ دوستی کمال تھی
تمام عمر آستین میں رہا چھپا ہوا

گمان اور یقین میں کوئی بھی فاصلہ نہیں
کوئی تو ہے جو دھڑکنوں میں ہے دلا! بسا ہوا

غزل میں کس طرح کھلے وہ ہمدمِ خیال بھی
ردیف ہے کھلی ہوئی نہ قافیہ اٹھا ہوا

☆

لکیر کھینچتا ہی رہ گیا ہوں شش جہات میں
مرا وجود کھو گیا ہے آئنے کی ذات میں

نہ تیرے جیسا اور ہے، نہ میرے جیسا اور ہے
نہ تیری کائنات میں، نہ میری کائنات میں

نہ تیری بات بن سکے، نہ میری بات بن سکے
انا کا موڑ آ گیا ہے اب تعلقات میں

سحر ہوئی تو بام پر چراغ تھے بجھے ہوئے
سرائے خواب سے گزر کے کیا تھا میرے ہاتھ میں

پئیں تو کیا پئیں کہ ساقیا! یہ پینا جرم ہے
شراب کو بھی رکھ دیا گیا ہے منشیات میں

یہ مسئلے تو ایک اچھے دور کی نوید ہیں
یہ میرا شہر پڑ گیا ہے کن معاملات میں؟

کھنڈر میں خدّ و خال ہیں حسین عہد کے مگر
کہاں گیا ہے آدمی پرانی باقیات میں

یہ سانحہ یونہی نہیں ہوا ہے میرے سامنے
ہزار عبرتیں چھپی ہوئی ہیں حادثات میں

کسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی میں داستاں نہیں
مجھے تلاش کر رہے ہو کیسے واقعات میں

خیال و خواب لکھ دیا ہے چہرہ ء جمال پر
نگاہ کام آ گئی ہے دل کی واردات میں

کوئی کلام ہی نہیں ہے فردیات میں رہا
سخن تمام ہو گیا ہے میری کلیّات میں

کوئی بھی کام ہو خرد میں آج تک نہیں کیا
جنون رکھ دیا گیا ہے میری نفسیات میں

یہ کیسا قرض تھا کہ میں نے سود بھی ادا کیا
وجود خرچ ہو گیا , عجیب واجبات میں

رکا نہیں ہے آج تک یہ قافلہ بہار کا
خزاں کے بعد پڑ گئی نمود پات پات میں

یہ کون ہے جو لوٹتا ہے مجھ کو تیرے نام پر
نہ تیرا نام داؤ میں، نہ تیرا نام گھات میں

فشارِ خون ہے مجھے نہ اختلاجِ قلب ہے
مگر خرابیاں پنپ رہی ہیں میری ذات میں

کمائی عمر بھر کی ہے یہ پیش منظری ہمیں
کہ زندگی گزارنی پڑی ہے تجربات میں

سخن وری دوام ہے دیارِ میر سے میاں
یہ میرے دوست پڑ گئے ہیں کن تکلفات میں

پون پون وہی تو ہے مشامِ جاں بنا ہوا
وہ جس کے دم سے جاں پڑی تھی ہمدمِ حیات میں

غزل تمام ہوگئی ہے ہمدمِ اسیر کی
یہ کس کی بات چھڑ گئی ہے شاعری کی بات میں

☆

یہ خاک دان ہے جو مکاں لامکاں کے بیچ
تھوڑا سا فاصلہ ہے یقین و گماں کے بیچ

ورنہ میں ہر مقام سے آگے مقیم تھا
الجھا دیا گیا ہوں زمین و زماں کے بیچ

آئینۂ جمال میں حسن جہاں بھی تھا
کیا لوگ تھے جو کھو گئے حسنِ بتاں کے بیچ

تقسیم ہو گئے کبھی تفریق ہو گئے
ہم لوگ صفر ہو گئے سود و زیاں کے بیچ

معراج کا سفر ہے جو صدیوں میں طے ہوا
محبوب کی نگاہ، محب کی کماں کے بیچ

ہونٹوں نے چوم چوم فریضہ ادا کیا
یہ کس کا نام آ گیا حرفِ اذاں کے بیچ؟

حدّ ادب ! یہ اہلِ ادب کی ہے گفتگو
حق ہے کہا گیا جو زبان و بیاں کے بیچ

میرا الگ مزاج تھا، سو منفرد رہا
میں بے کراں ہوا نہیں موجِ رواں کے بیچ

یوں ہی لگی تھی آگ چراغوں کے شہر میں
کتنے چراغ بجھ گئے شعلہ فشاں کے بیچ

یہ ہی نہیں کہ غیر ہی دشمن مرے ہوئے
وہ بھی کھڑا ہوا تھا فلاں اور فلاں کے بیچ

اہلِ نظر نے اپنی منازل کو پا لیا
ہم ہی بھٹکتے رہ گئے خورد و کلاں کے بیچ

ہر خواب، ہر سراب مری دسترس میں ہے
آئینۂ خیال ہے دشتِ جہاں کے بیچ

آتی نہیں لبوں پہ یہ اندر کی بات ہے
کچھ اور درد ہے جو نہاں ہے فغاں کے بیچ

تصویر ہو گئی ہیں مرے خواب میں
خاموشیاں سنی ہیں جو شورِ سگاں کے بیچ

برگِ نمود میں ہی پیامِ بہار ہے
سرسبز ہو رہا ہے غبارِ خزاں کے بیچ

طوغیں سجی ہوئی تھیں زمانے میں ہر قدم
میرا الگ نشان تھا سنگِ نشاں کے بیچ

کھڑکی کھلی ہوئی تھی مرے خواب دان کی
ٹھہرا ہوا تھا میں بھی زمیں آسماں کے بیچ

سجدہ کیے ہوئے ترے قدموں میں آ گیا
سر پھوڑتا ہوا میں کسی آستاں کے بیچ

مرنے کے بعد میری کہانی لکھی گئی
کردار مرکزی تھا مرا داستاں کے بیچ

سب کو طلوعِ صبح میں اپنی تلاش تھی
کتنے ستارے دیکھتے ہم کہکشاں کے بیچ

عزمِ سفر دوام ہے منزل کے واسطے
موجیں رواں رہی ہیں سدا بےکراں کے بیچ

ناؤ ہی جانتی ہے کہ کب سے ٹھنی ہوئی
موجِ ہوا کے اور مرے بادباں کے بیچ

آخر انا وفا پہ ہی قربان ہو گئی
تھوڑا سا اضطراب تھا ہاں اور ناں کے بیچ

مٹی کا انگ انگ ہے میرے خمیر میں
کچھ فرق بھی نہیں ہے زمیں اور ماں کے بیچ

رنگوں کی کائنات میں کرنوں کے پھول تھے
تو یا دھنک سجی تھی کوئی آسماں کے بیچ

لوٹا گیا ہمیں کبھی بھٹکا دیا گیا
راہ بر ہی راہ زن تھے مرے کارواں کے بیچ

ماضی سے کچھ نہ کچھ تو تعلق ہمیں بھی تھا
یوں ہی نہیں چلے تھے غمِ رفتگاں کے بیچ

میں بھی تو قتلِ عام کا عینی گواہ تھا
میری بھی کوئی بات سنے ترجماں کے بیچ

مشکل میں دیکھتے ہیں ہماری طرف ہی کیوں؟
پہچانتے ہیں لوگ ہمیں امتحاں کے بیچ

یوں ہی ہمارے صحن میں دیوار اٹھی نہیں
بچہ بڑا ہوا ہے کوئی خانداں کے بیچ

ورنہ ہمارے باغ میں کرگس نہ تھا کوئی
انڈے کسی نے رکھ دیے تھے آشیاں کے بیچ

رشتہ ترا مرا ہے ازل سے ہی روح کا
تیرا ہی اک وجود ہے دل اور جاں کے بیچ

تخریب کی زبان میں کہتے ہیں بم اسے
وحشت پنپ رہی ہے جو امن و اماں کے بیچ

تازہ ہوا چلے کہ محبت کا راج ہو
دِل کی یہی صدا ہے دیارِ خزاں کے بیچ

ہوتا نہیں تھا فیصلہ مجھ سے ضمیر کا
تجھ کو کھڑا کیا ہے انا اور جہاں کے بیچ

گھر میں نہ کاروبار میں ہمدم شریک ہے
ٹھہرا ہے کون آ کے مکاں اور دکاں کے بیچ

میں بھی اسی خدائے سخن کا مرید ہوں
ہمدم سخن سرا ہے جو اہل زباں کے بیچ

ادبی چوپال

☆

نامکمل ہے مری ذات مکمل کر دے
پھر سے آباد مرے خواب کا جنگل کر دے

کوئی آئے جو سرابوں سے نکالے مجھ کو
تشنگی دور کرے دشت میں جل تھل کر دے

موجہء گل میں بسی سانس مہکتی جائے
ان ہواؤں کو کسی شوخ کا آنچل کر دے

غنچۂ شوق بہاروں میں کھلا چاہتا ہے
دل کی وحشت نہ کہیں پیار میں پاگل کر دے

میں ریاضی کے سوالات لیے بیٹھا ہوں
کوئی آئے کسی کلیے سے مجھے حل کر دے

مجھ کو سدھ بدھ نہ رہے قرب کے لمحات میں یوں
ٹوٹ کے چاہے مجھے پیار سے بے کل کر دے

مجھ پہ برسے وہ کبھی ابرِ بہاراں بن کر
غنچۂ دل پہ کرم آس کا بادل کر دے

صبح کے نور سے نکلے مرے خورشید کی لو
شام کا رنگ حسیں آنکھ میں کاجل کر دے

بے حجابی میں کسے تاب کہ تجھ کو دیکھے
اپنے چہرے پہ کھلی دھوپ کو اوجھل کر دے

لامکانی تو مری ذات کا پچھلا گھر ہے
حدِّ امکان سے آگے مجھے دلدل کر دے

کوچۂ جاں میں تجھے پھول کی صورت رکھوں
اپنی خوشبو سے مری سانس بھی صندل کر دے

مجھ پہ لازم ہے محبت کی اسیری ہمدم
قید کر کے مری سانسوں کو مقفل کر دے

دشتِ جنوں کے سودائی

☆

کون رکھتا ہے بھلا یاد ہماری باتیں
سب کو پیاری ہیں زمانے میں کراری باتیں

روز اک عہد نبھانے سے مکر جاتا ہوں
روز کرتا ہوں زمانے سے ادھاری باتیں

کیوں خزاؤں کے فسانے سے الجھ بیٹھے ہو
موسمِ گل ہے کرو آج بہاری باتیں

ہم کسی روز یونہی چھوڑ چلے جائیں گے
یاد رہ جائیں گی دنیا کو ہماری باتیں

میں جو تنہائی میں تصویر بنا بیٹھا ہوں
مجھ سے کرتی ہے یہ دیوار تمہاری باتیں

یوں رقیبوں میں چہکنا نہیں اچھا صاحب!
ہلکی پھلکی ہیں مگر دل پہ ہیں بھاری باتیں

سرد موسم کی اسیری سے بھی خوف آتا ہے
برف لہجے میں جو سنتا ہوں چناری باتیں

ہوش خاموش سی پلکوں میں چھپا رہتا ہے
آنکھ بولے بھی تو کرتی ہے خماری باتیں

آگ سینوں میں دہکتی سی نظر آتی ہے
کون کرتا ہے سرِ شہر شراری باتیں

بھول جاتا ہوں ہمیشہ میں عدو کا لہجہ
یاد رکھتا ہوں محبت میں شماری باتیں

کون دھڑکن سے مخاطب ہے حسیں لہجے میں
زیبِ قرطاس ہوئی جاتی ہیں پیاری باتیں

بات کرنا تو بہانہ ہے یہاں پر ہمدم
بات کرنے سے نکلتی ہیں ہزاری باتیں

☆

روشنی سے پار صبحِ آگہی اچھی لگی
آئینے میں خود شناسی، خود گری اچھی لگی

بت گری اچھی لگی، نے آذری اچھی لگی
تجھ کو دیکھا ہے تو اپنی زندگی اچھی لگی

دیر تک میں خواہشوں کا آسماں تکتا رہا
دور نیلے پانیوں میں جل پری اچھی لگی

ہم سفر سایہ مرا احساس پر کھلتا رہا
دھوپ نگری میں زمینِ دل ہری اچھی لگی

چھولیا بادِ صبا کو نیند میں چلتے ہوئے
اپنی پلکوں پر جبینِ احمری اچھی لگی

میز پر تصویر تھی، گل دان میں اک پھول تھا
جس جگہ جو چیز رکھی تھی وہی اچھی لگی

خشک پتوں کی طرح مجھ کو ہوا درپیش تھی
بعد مدت کے مجھے آوارگی اچھی لگی

ہار بیٹھا تھا وگرنہ زندگی کے کھیل میں
اِک محبت اور کی تو دل لگی اچھی لگی

حرف کی اوقات کیا؟ ورنہ غزل کی بات کیا؟
تجھ کو سوچا ہے تو ہمدم شاعری اچھی لگی

☆

دیار موجۂ گل کا سفر اچھا نہیں لگتا
خزاؤں میں کلی، خوشبو، ثمر اچھا نہیں لگتا

ہری سرسبز شاخوں پر کوئی پنچھی اتر آئے
پرندوں کے بغیر اب تو شجر اچھا نہیں لگتا

جدھر دیکھوں، سبھی رستے ترا احوال پوچھے ہیں
اکیلے کس طرح کاٹوں سفر، اچھا نہیں لگتا

روا ہیں ہجرتیں صاحب! پلٹ کر دیکھنا کیسا؟
بجھا کر آگ سینے میں شرر اچھا نہیں لگتا

سرِ بازار انگوٹھی وہ بیچ آیا یہی کہہ کر
کہ مزدوروں کے ہاتھوں میں گہرا اچھا نہیں لگتا

اکیلی ذات ہے، اپنے سوا کیا ساتھ ہوتا ہے؟
اندھیری رات میں سائے کا ڈر اچھا نہیں لگتا

گلوں کو خار لکھتے ہیں، خزاں کو بار کہتے ہیں
چلو کچھ اور لکھتے ہیں اگر اچھا نہیں لگتا

ترا ہی ذکر کرتا ہوں، تری ہی بات ہوتی ہے
میں اپنی داستاں لکھوں مگر اچھا نہیں لگتا

ادب کی داستانوں میں روایت ہے قبیلے کی
جو نا فرمان ہو جائے پسر اچھا نہیں لگتا

مجھے آٹھوں پہر تیری محبت یاد رہتی ہے
جو تجھ سے دور کٹتا ہے پہر اچھا نہیں لگتا

سرِ موجِ سخن حسنِ قلم احساس میں رکھنا
جہاں کردار مر جائے ، ہنر اچھا نہیں لگتا

مجھے آباد ویرانے عزیز از جان رہتے ہیں
مگر بکھرا ہوا کوئی کھنڈر اچھا نہیں لگتا

چلو اب موج کے سینے پہ اپنا پاؤں رکھتے ہیں
جلا کر کشتیاں اپنی یہ ڈر اچھا نہیں لگتا

انا کی سرزمیں پر یہ خودی کا راز ہے ہمدم
میں خود کو زیر کرتا ہوں ، زبر اچھا نہیں لگتا

☆

خرد میں بھی جس کو جنونانہ دیکھا
عجب عشق میں ایک دیوانہ دیکھا

بجز خاکِ زنگار کچھ بھی نہیں تھا
سرِ آئنہ اپنا افسانہ دیکھا

مرے شہر جیسی تھی رونق وہاں پر
بڑی مدتوں بعد ویرانہ دیکھا

مری پیاس پانی سے بجھتی کہاں تھی؟
سو میں ساقیا! تیرا مے خانہ دیکھا

مجھے نفرتوں کی ضرورت نہیں تھی
محبت سے لبریز پیمانہ دیکھا

گماں سے یقیں تک میں توحید پڑھتا
مگر کعبۂ دل میں بت خانہ دیکھا

مرے اندروں ایک دنیا بسی تھی
جہاں دل کو دنیا سے بے گانہ دیکھا

وہی ایک پل جو مری زندگی تھا
اسے ہر گھڑی میں نے روزانہ دیکھا

ترے عشق نے سوز بخشا تھا ہمدم
ترے روبرو خود کو پروانہ دیکھا

شعر و ادب

☆

مسئلہ یہ ہے کہ طوفان نظر آتے ہیں
جس طرف دیکھیے بحران نظر آتے ہیں

دھول میں پھول کے امکان نظر آتے ہیں
میز پر کانچ کے گلدان نظر آتے ہیں

اِن میں کچھ صاحب ایمان بھی ہوں گے صاحب!
دیکھیے ! کتنے مسلمان نظر آتے ہیں

میرؔ پیشہ ہیں سخن زار میں کتنے غالبؔ
حرف ریزی میں دبستان نظر آتے ہیں

چاک دامن کو رفو کون یہاں کرتا ہے؟
سب کے ہاتھوں میں گریبان نظر آتے ہیں

خواب اجڑی ہوئی آنکھوں سے گریزاں ہو کر
اِس خرابے میں بیابان نظر آتے ہیں

ان کے کردار سے بنتی ہے کہانی اپنی
ہر فسانے کا جو عنوان نظر آتے ہیں

ہم سے زنگار کی صورت نہیں دیکھی جاتی
آئنہ دیکھ کے حیران نظر آتے ہیں

خون اگلتے ہیں تو سجتی ہیں سنہری فصلیں
سبز کھیتوں میں جو دہقان نظر آتے ہیں

جب بھی ماضی کے دریچے پہ نظر پڑتی ہے
چند ٹوٹے ہوئے ارمان نظر آتے ہیں

ان میں ٹھہریں تو خرابے کا پتا چلتا ہے
دور سے شہر گلستان نظر آتے ہیں

کتنے مشکل ہیں زمانے کے مسائل ہمدم
جو بظاہر ہمیں آسان نظر آتے ہیں

☆

دشت میں آئنہ نمائی ہے
بات میری نہیں پرائی ہے

شہرِ ہجراں میں دور ہیں ہم تم
نارسائی سی نارسائی ہے

خارزاروں پہ آبلہ پا ہوں
بس یہی میری پارسائی ہے

خود سے مل کر اداس رہتا ہوں
یہ مرا کربِ آشنائی ہے

اس میں پڑتا ہے جان کا سودا
یہ محبت تو کربلائی ہے

اپنے معنی اَرید کرتا ہوں
میری جدت بھی ارتقائی ہے

اک تبسم ہے شیرنی جیسا
یہ مرے واسطے مٹھائی ہے

اپنی کشتی جلائے بیٹھا ہوں
مجھ پہ موجوں کی ناخدائی ہے

یہ کہانی مری نہیں صاحب!
جو سنی تھی وہی سنائی ہے

رنجشیں دور کر رہا ہوں میں
دِل کے ماحول کی صفائی ہے

چھوڑتا ہی نہیں مجھے ماضی
تیری تصویر تک جلائی ہے

کس نے ذہنوں کے بیچ یہ ہمدم
کوئی دیوار سی اٹھائی ہے

بزم انوار

☆

غبارِ دشت سے نکلا ہوا ہے
سرابِ آئینہ ٹوٹا ہوا ہے

ہوا کے سامنے ٹھہرا ہوا ہے
دیا دیوار پر رکھا ہوا ہے

کہانی سے دھواں اٹھنے لگا ہے
فسانہ آگ کا دریا ہوا ہے

اسے بس چاہیے دریا کا پانی
سمندر خون کا پیاسا ہوا ہے

شکاری پر کترنے لگ گئے ہیں
پرندہ جال میں جکڑا ہوا ہے

محبت قیمتی کیسے نہ ہو گی؟
وفا کے نام پر سودا ہوا ہے

ابھی اک اور ضربِ عضب ہو گی
ابھی دشمن کہاں پسپا ہوا ہے

وگرنہ خاک داں میں اور کیا تھا؟
کسی کے نور سے اجلا ہوا ہے

ہوا نے خاک ڈالی ہے بدن پر
ذرا سا رنگ ہی میلا ہوا ہے

فضا ہموار ہوتی جا رہی ہے
عدو نے جال پھیلایا ہوا ہے

غریب شہر پر ہے قرض لازم
امیرِ شہر جو بھولا ہوا ہے

کھلے ہیں روشنی کے پھول ہمدم
اجالا دور تک پھیلا ہوا ہے

☆

من شدی تو شدم نہیں کرتے
آئنے کو بہم نہیں کرتے

موجۂ خوں رقم نہیں کرتے
دِل جو زیبِ قلم نہیں کرتے

فاصلہ من و تو کا مٹتا نہیں
خود کو باہم جو ہم نہیں کرتے

منزلوں سے تو دور رہنا ہے
عزم جو ہم قدم نہیں کرتے

چھوڑ جائے گا عارضہ دل کا
کیوں محبت کا دم نہیں کرتے؟

جان جاتی ہے دل کے سودے میں
اِس خسارے کا غم نہیں کرتے

کیوں بڑھاتے ہو نفرتیں اتنی
جب محبت بھی کم نہیں کرتے

ایسے شعروں کا فائدہ کیا ہے؟
دل کو جو زیر و بم نہیں کرتے

خود بخود تیری یاد آتی ہے
کچھ بھی تیری قسم نہیں کرتے

اپنی اوقات میں ہی رہتے ہیں
سینکڑوں کو پدم نہیں کرتے

درد مشق سخن سہی ہمدم
ہم بھی مشق ستم نہیں کرتے

☆

جانے والے کا غم نہیں کرتے
بے عدم کو عدم نہیں کرتے

دم نکلنے کا غم نہیں کرتے
ہم تو دم کو بھی دم نہیں کرتے

دِل میں رہتے ہیں بارہا لیکن
لوگ آنکھوں کو نم نہیں کرتے

شوق بینی میں سیر رہتے ہیں
ہم تو فکرِ شکم نہیں کرتے

رُت بدلنے کا خوف کر ظالم
دیکھ! اتنا ستم نہیں کرتے

روگ ایسے بھی پال رکھے ہیں
کم جو درد و الم نہیں کرتے

کیا ٹھکانہ ہے ان کا بستی میں
سائباں جو علم نہیں کرتے

کربلائی کہا گیا ہے انہیں
سر بلا میں جو خم نہیں کرتے

ہم حواری ہیں نے قصیدہ گو
ذکرِ جاہ و حشم نہیں کرتے

کس گھڑی کا گلہ کریں ہمدم
کس گھڑی وہ کرم نہیں کرتے

☆

پیش نظر جمال نے حیران کر دیا
دیکھے ہوئے سراب کو وجدان کر دیا

اے گردشِ مدام! تری حیرتوں کہ خیر
رستہ مرے شعور کا آسان کر دیا

بسمل کا دم نکلنے میں تھوڑی سی دیر تھی
خنجر چلا، نصیب نے احسان کر دیا

آنکھوں کے اعتبار میں کیسا فریب تھا؟
وہم و گماں کے دشت کو امکان کر دیا

اُترا زمین دِل پہ ہدایت کا معجزہ
سیرت میں لا کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کر دیا

پلکوں پہ آنسوؤں کے ستارے سمیٹ کر
خواہش کے آسمان کو ویران کر دیا

احساس کی زمین پہ پاؤں پڑے ترے
خود کو مرے خیال کا عنوان کر دیا

ورنہ ہوا کے ہاتھ پہ مٹی تھی اور بس
تنکوں نے مل ملا، اسے طوفان کر دیا

اہلِ جنوں کا قافلہ صحرا میں ڈال کر
لو ہم نے اپنے عشق کا اعلان کر دیا

سب کچھ اسی کے نام ہے جس نے جہان میں
سب کچھ وفا کے نام پہ قربان کر دیا

اے عشق ! تیری شان ! کہ عزت ملی مجھے
گویا کسی فقیر کو سلطان کر دیا

ہلکا سا ایک درد تھا، ہجراں سرشت نے
میری رگوں میں گھول کے سرطان کر دیا

ترکِ تعلقات پہ یہ سانحہ ہوا
خود اجنبی ہوا ، مجھے انجان کر دیا

مجنوں نے ایک دشت کو آباد کیا کیا؟
لوگوں نے ڈیرے ڈال کے گنجان کر دیا

ہمدم سرائے خواب میں کچھ بھی نہیں رہا
کس نے مرے وجود کو سنسان کر دیا

☆

دیا سا جی جلاتا جا رہا ہے
ہمیں رستہ دکھاتا جا رہا ہے

عجب منظر دکھاتا جا رہا ہے
کوئی پردہ ہٹاتا جا رہا ہے

سرابِ دشت نے مجھ کو پکارا
جنوں آگے بڑھاتا جا رہا ہے

مکمل شعر میں ہونے لگا ہوں
کوئی مصرع اٹھاتا جا رہا ہے

وہی نقش قدم ہونے لگا ہے
بگولا جو مٹاتا جا رہا ہے

عجب ہے آئنہ داری کا عالم
مجھے پتھر بناتا جا رہا ہے

جسے میزان پر میں نے بٹھایا
وہی مجھ کو گھٹاتا جا رہا ہے

بنائے گا وہی مٹی کو سونا
وہی جو ہل چلاتا جا رہا ہے

جہاں آنکھیں جھکاتا تھا کبھی میں
وہاں وہ دل بچھاتا جا رہا ہے

مری دیوانگی پر کوئی مجنوں
ہنسا ہے اور ہنساتا جا رہا ہے

پسِ تعمیر تخریبی ہے لیکن
نیا گھر دل بساتا جا رہا ہے

رگوں میں موجۂ خنداں کی صورت
کوئی مجھ میں سماتا جا رہا ہے

میں جتنے عیب کرتا جا رہا ہوں
وہ اتنا ہی چھپاتا جا رہا ہے

کسی نے ڈور کھینچی ہے ہماری
کوئی اوپر چڑھاتا جا رہا ہے

ہمارے واسطے وہ روشنی ہے
سبق جو بھی پڑھاتا جا رہا ہے

میں اپنے شعر سنتا جا رہا ہوں
کوئی ہمدم سناتا جا رہا ہے

☆

آئینے کا حسین چہرہ ہوں
گو حقیقت نہیں تماشا ہوں

لوگ پڑھتے ہیں دل لگی سے مجھے
میں محبت کا ایک قصہ ہوں

بے ردا سی نہیں ہے راس مجھے
دائرے میں طواف کرتا ہوں

ناز کرتی ہے تجھ پہ موجِ غزل
جب تجھے لے میں گنگناتا ہوں

لامکانی کو چھوڑ آیا میں
خاک دانی میں خاک زادہ ہوں

بے کرانی مری سرشت میں ہے
سات دریاؤں کا کنارہ ہوں

تو بھی تنہا ہے دیکھ لے صاحب!
میں بھی تیرے بغیر تنہا ہوں

مجھ کو سانسوں کی شاعری میں سن!
تیری دھڑکن کا خاص لہجہ ہوں

تو غمِ ہجر میں تسلی ہے
میں شبِ وصل کا دلاسا ہوں

میرے بارے میں کون جانتا ہے؟
کیا نہیں ہوں میں اور کیا کیا ہوں؟

اپنے بارے میں کیا لکھوں ہمدم
اپنی دنیا میں ایک دنیا ہوں

☆

پیشِ نظر سراب کا منظر ٹھہر گیا
دشتِ درونِ ذات سے کیا کیا گزر گیا؟

مسموم سی فضاؤں کا موسم عجیب ہے
ایسا لگا کہ شہر سے عقرب گزر گیا

آنکھوں میں ہے غبار تو سانسیں دھواں دھواں
جلتے ہوئے چراغ کا شعلہ کدھر گیا؟

منہ زور ہوا کے دوش پہ اونچی اڑان تھی
خواہش کے آسمان پہ میں بھی اتر گیا

ہجرت زدہ وجود تھا، جانا ہی تھا اسے
آیا تھا جس جہان سے بارِ دگر گیا

سورج کی تیز دھوپ نے سانسیں اکھیڑ دیں
سایہ چھنا تو جان سے بوڑھا شجر گیا

کس نے لکیر کھینچ دی دل کی زمین پر؟
یہ کون پھر وجود کو تقسیم کر گیا؟

چبھنے لگی ہیں آنکھ میں کرنوں کی کرچیاں
سورج اٹھا کہ کون یہ کھڑکی میں دھر گیا

خوشبو کا لمس پھیل کے موجِ غزل ہوا
ہمدم پون پون مجھے لبریز کر گیا

☆

راستے ہم نے جو بنائے ہیں
چلنے والوں کے کام آئے ہیں

کشتیاں کیا جلا کے آئے ہیں
ہم سمندر سے موج لائے ہیں

ایک سورج اجالنے کے لیے
ہم نے کتنے دیے جلائے ہیں؟

ہم نے چھونا ہے آسمانوں کو
خاکدانی کو ہم اٹھائے ہیں

ہم سرابوں سے کھیلنے والے
خشک صحرا میں آب نائے ہیں

حبس موسم بدلنے والا ہے
سبز شاخوں پہ پھول آئے ہیں

کون تازہ لکیر کھینچے گا؟
نقش سارے بنے بنائے ہیں

کون ترتیب جانتا ہے یہاں؟
کس نے بچھڑے ہوئے ملائے ہیں؟

کس کو روکیں، کسے نہ دل دیں ہم؟
جن کا گھر ہے وہ آئے جائے ہیں

ہجر سائے سے دور کرتا ہے
اِس خرابے میں سب پرائے ہیں

اتنے تقسیم ہو گئے ہمدم
اپنے حصے میں صفر آئے ہیں

☆

نارسائی ہے مگر حدِّ نظر جائے گا
دشت میں آب لیے خاک بسر جائے گا

میرا پیغام تو پہنچے گا بگولا بن کر
میں نہ جاؤں گا، مرا زادِ سفر جائے گا

آگ پھیلے گی اندھیروں کو بجھا ڈالے گی
ان ہواؤں میں کہاں کنجِ شرر جائے گا

یہ جو ہم زاد مرے ساتھ رہا کرتا ہے
میرا سایہ ہے مجھے چھوڑ کے گھر جائے گا

میں بھی مل جاؤں گا موجوں میں کنارہ پا کر
دل کا دریا ہے سمندر میں اتر جائے گا

خود کو تاریخ کے ہاتھوں سے بچانے والے
تیرا کردار کہانی میں بھی مر جائے گا

ایک امید لبِ بام رکھی ہے کب سے؟
موجہء گل ہے دریچے میں ٹھہر جائے گا

یعنی! آنکھوں کو جلایا ہے کسی کی خاطر
روشنی لے کے مرا خوابِ سحر جائے گا

دیدہء تر میں جو رکھی ہے حقیقت تو ہے
تجھ سے بچھڑے گا تو پھر خواب نگر جائے گا

میں نے دیکھا ہے زمانے کا ٹھکانہ کیا ہے؟
دیکھنا! لے کے تجھے وقت کدھر جائے گا؟

مجھ کو جانا ہے ترے شہر سے ہجرت کر کے
کوچۂ جاں سے ترا ہجر گزر جائے گا

آئینے بانٹ کے جاؤں گا میں اتنے ہمدم
خود کو جو شخص بھی دیکھے گا سنور جائے گا

شعر و سخن

☆

دِل کے صحرا سے نکلتے ہوئے گھر آ جاتا
کر گزرتے تو محبت کا ہنر آ جاتا

میری چھاؤں میں تو سورج کو بھی نیند آ جاتی
میں شجر زاد اگر دھوپ نگر آ جاتا

دشت کو عشق سے گل زار بنا دیتا میں
اس خرابے میں کوئی ساتھ اگر آ جاتا

عمر گزری ہے عجب معرکہ آرائی میں
زیر کرتا کوئی دشمن تو زبر آ جاتا

میں نے ساحل سے کوئی سیپ اٹھایا ہی نہیں
ہاتھ میرے بھی کوئی خاص گہر آ جاتا

رکنے لگتے تو کوئی اور ہی منزل ہوتی
ہم کو درپیش کوئی اور سفر آ جاتا

کاش لوگوں کو محبت کی سمجھ آ جاتی
کاش لوگوں کو بھی جینے کا ہنر آ جاتا

ہم کسی اور تمنا کے مسافر ہوتے
بے سرابی میں کوئی خواب نظر آ جاتا

لوٹ آتے وہی پہلی سی محبت کے دن
بیچ دیوار گراتے ہوئے در آ جاتا

خاک دانی سے کبھی جھانک کے دیکھا نہ گیا
کیا خبر اور کوئی لے کے خبر آ جاتا

جانتا ہوں کہ یہ دنیا مرے قابل ہی نہیں
ورنہ مرتا بھی تو میں بارِ دگر آ جاتا

جانتا وہ بھی کہ شہروں کے مسائل کیا ہیں؟
کاش مجنوں بھی کسی روز ادھر آ جاتا

شام ڈھلتی تو پرندوں کا بسیرا ہوتا
ساتھ چلتے ہوئے سائے کا شجر آ جاتا

ہائے! کس کو میں قبیلے کی وراثت سونپوں؟
میری دستار مطابق کوئی سر آ جاتا

اب یہ بے رنگ تماشا نہیں دیکھا جاتا
آئینہ خواب کی صورت ہی نظر آ جاتا

ڈھول اڑتی نہ بگولوں میں بغاوت ہوتی
کاش رستے میں کوئی خاک بسر آجاتا

گھر کی تقسیم ضروری تھی تو پھر ایسے ہوتی
میرے حصے میں مرا بوڑھا شجر آجاتا

ایک مدت سے جلائی ہیں یہ آنکھیں ہمدم
اِن چراغوں پہ کوئی رنگِ سحر آجاتا

چنگیر

☆

پیڑاں تے کرلاویں ناں
دِلّا ! مان گھٹاویں ناں

بھریا میلہ مک جاندا اے
دل دنیا وچ لاویں ناں

عشق سیاپا پا بیٹھے آں
ساہنوں ہن سمجھاویں ناں

پھلاں ورگی جندڑی ساڈی
کنڈیاں دے گل لاویں ناں

تیرے ہتھ وچ سکھ ملیا اے
گڈی وانگ اڈاویں ناں

سدھراں دی چنگیر دھری اے
رنگ دے وچ بھنگ پاویں ناں

کون دلاسا دے سکدا اے
پیڑاں نوں پرچاویں ناں

ٹانواں ٹانواں تارا دسدا
ساڈے لیکھ سلاویں ناں

عشق دی منزل گورکھ دھندا
گنجل نوں ہتھ لاویں ناں

اَکھیاں سانجھ اڈیکاں رکھیاں
چھیتی پھیرا پاویں ناں!

ست بسم اللہ جی آیاں نوں
آ کے ہن توں جاویں ناں

صدیاں دا اے پینڈا ہمدم
پل وچ کھیڈ مکاویں ناں

☆

کلوں کلے ڈیرے رہ گئے
ڈاکو چار چوفیرے رہ گئے

تارے سانجھ ہنیرا چلیا
سورج نال سویرے رہ گئے

سفنے اوہدی اکھ وچ پلدے
ہنجو سارے میرے رہ گئے

ساری دنیا تیرے واری
اسی وی ہن تیرے رہ گئے

شیر علی تے افر بنڑیا
پنڈاں دے وچ شیرے رہ گئے

سوہنی نال گھڑے دے ٹر گئی
پتن نال مچھیرے رہ گئے

سنج مسنجیاں گلیاں ہوئیاں
مرزا یار اکیرے رہ گئے

بندیاں ہتھ بندوق جے پھڑ لئی
دنگل وچ بٹیرے رہ گئے

ہک چنگیر تے آ بیٹھے نیں
ہمدم یار چنگیرے رہ گئے

شاعر کی مزید کتب

موجِ کرم
حمد و نعت

پانچواں موسم
طرحی غزلیات

آئینہ سچ بولتا ہے
طرحی غزلیات

موجِ غزل
طرحی غزلیات

محبت کی زبان
طرحی غزلیات

دھوپ کی دیوار
طرحی غزلیات

چراغِ فکر
طرحی غزلیات

جہانِ خواب
طرحی غزلیات

چشمِ تماشا
طرحی غزلیات

https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com